Spot CMYK#Waheed

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... رمضانُ المبارک کے بعد کیا کریں؟...................... مفتی محمد رضوان ۳
درسِ قرآن.......... سورہ بقرہ (قسط۴)...................... مفتی محمد رضوان ۵
درسِ حدیث .... دین خیرخواہی کا نام ہے...................... مفتی محمد یونس ۱۰

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ شوال مختصر فضائل ومسائل کی روشنی میں...................... مفتی محمد رضوان ۱۴
ماہِ شوال کے چند تاریخی واقعات...................... مولوی سعید افضل رمولوی طارق محمود ۲۱
سفرِ معراج کے عجائب وامثال (چوتھی وآخری قسط)...................... مفتی منظور احمد ۲۵
حضرت ھود علیہ السلام اور قوم عاد (قسط۱)...................... مولانا محمد امجد ۲۹
صحابیٔ رسول حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ (دوسری وآخری قسط)...................... انیس احمد حنیف ۳۳
معالات میں حلال وحرام کا درجہ...................... مفتی منظور احمد ۳۶
دعا کی اہمیت اور ضرورت...................... حافظ محمد ناصر ۴۱
عورتوں کا بلا ضرورتِ شرعی گھر سے باہر نکلنا موجودہ معاشرہ کا سنگین مسئلہ....... انتخاب: مفتی محمد رضوان ۴۳
پریشان کُن خیالات ووساوِس اور اُن کا علاج (قسط۵)...................... // // ۴۴
مکتوباتِ مسیح الامت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط۸)......... ترتیب: مفتی محمد رضوان ۴۶
طلبہ کو اصول وقواعد کا پابند بنانا ضروری ہے (تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)...... // // ۴۸
علم کے مینار..... امام محمد رحمہ اللہ فقہ حنفی کے مدون وترجمان (قسط۱)........ مولانا عبدالسلام ۵۰
تذکرۂ اولیاء:...... ''اَقْضَی الْعَرَبْ'' قاضی شریح رحمہ اللہ (قسط۱)........ مولوی طارق محمود ۵۴
پیارے بچو! .... چھوٹوں اور کمزوروں پر زیادتی نہ کیجئے...................... ابوریحان ۵۹
بزمِ خواتین .... نامور خواتینِ اسلام...................... مولانا محمد امجد ۶۲
آپ کے دینی مسائل کا حل.... کیا گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہے؟......... مفتی محمد رضوان ۶۷
کیا آپ جانتے ہیں؟ .... مفید معلومات، احکامات وتجزیات ....م۔ر۔ن ۶۹
حیرت کدہ .... بابل ونینوا سے بغداد تک (دوسری قسط)...................... مولانا محمد امجد ۷۱
طب وصحت .... تپ دِق (Tuberculosis)...................... حکیم محمد فیضان ۷۵
اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز...................... مولانا محمد امجد ۷۸
اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...................... ابوجویریہ ۸۱
Who Deserves to Lead the Salatul- Janazah?...... انتخاب: از احکام میت، انگریزی ۸۴

Idara Ghufran

اداریہ مفتی محمد رضوان

رمضانُ المبارک کے بعد کیا کریں؟

رمضانُ المبارک کی مبارک ساعتیں ختم ہوچکیں ،اور عید الفطر کا اسلامی تہوار بھی اختتام پذیر ہو چکا ، رمضانُ المبارک میں اللہ تعالیٰ نے جن نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائی اور جن گناہوں سے بچنے کی سعادت مرحمت فرمائی ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیئے ،اور زندگی میں بار بار اس نعمت کے حصول کی دعا کرنی چاہیئے۔

رمضانُ المبارک کا مہینہ صرف رمضان کے مہینہ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق آنے والے سال کے گیارہ مہینوں سے وابستہ کیا گیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کہ تم پر روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں:

" لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ " ''تاکہ تم متقی بن جاؤ اور تمہارے اندر تقوے کی صفت پیدا ہوجائے''

ظاہر ہے کہ تقویٰ ایک ایسا عمل ہے جو انسان کو حاصل ہوجائے تو اس کے ذریعہ ہر نیک کام کا کرنا آسان اور ہر گناہ سے بچنا سہل ہو جاتا ہے۔

تقویٰ حاصل ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان صرف رمضان کے مہینہ میں متقی بن جائے اور اس مہینہ کے ختم ہوتے ہی پھر اپنی اصلی گناہوں اور نافرمانیوں والی حالت پر لوٹ آئے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے بعد بھی متقی رہے۔

جب ماہِ رمضان کے روزے تقوے کی صفت حاصل کرنے کے لئے فرض کئے گئے ہیں تو اس کا لازمی اثر یہ ہونا چاہیئے کہ انسان کے اندر رمضان المبارک کا تقوے والا کورس مکمل کرنے کے بعد ایسی تبدیلی آئے جو اس کو آنے والے اگلے ماہِ رمضان تک کے لئے کار آمد ہو،اور اس کی حالت کسی نہ کسی درجہ میں تبدیل ہوجائے۔

لہٰذا رمضانُ المبارک کے بعد ہمیں جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ ہمارے اندر کس درجہ کی تقوے کی صفت پیدا ہوئی اور ہماری حالت میں کیا تبدیلی واقع ہوئی۔

رمضانُ المبارک میں الحمدللہ تعالیٰ اکثر مسلمانوں کو نیک اعمال مثلاً نماز باجماعت پڑھنے، تلاوت کرنے، اور دوسرے فرائض واجبات ادا کرنے اور گناہوں سے کافی حد تک بچنے کی توفیق ہوجاتی ہے۔ رمضان کا مہینہ گزرنے کے بعد خاص طور پر شوال کے مہینہ میں اس کی زیادہ ضرورت ہے کہ رمضان کے ان اعمال کی

Idara Ghufran

برکات کو باقی وجاری رکھا جائے، اللہ تعالیٰ نے جو فرائض وواجبات انسانوں کے ذمہ عائد کئے ہیں، وہ ایسے نہیں ہیں کہ جن کا کرنا انتہائی مشکل ہو اور انسان ان کو ادا نہ کرسکے، اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرض ہی کیوں فرماتے۔ لہٰذا جتنے بھی شرعی احکام واعمال ہیں، وہ سب بندے کے اختیار میں ہیں اور یہ اختیار رمضان کے بعد بھی برقرار رہتا ہے اگر بندہ اپنے اختیار کو استعمال کرے تو رمضان کے بعد بھی ان پر عمل درآمد کرسکتا ہے اور رمضان کے مہینہ میں جو نیک اعمال کرنے اور گناہوں کے چھوڑنے کا تھوڑا سا مزاج بنا ہے۔

رمضان میں جو کچھ مجاہدہ کیا ہے، رمضان کے بعد اس سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے، عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ رمضان گزرتے ہی شوال کا چاند نظر آنے پر شریعت کے احکام سے ایسا رُخ موڑتے ہیں کہ اگلے رمضان تک پھر نام ہی نہیں لیتے، قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ بھی بعض لوگ یہی سلوک کرتے ہیں کہ رمضان کے بعد قرآن مجید کو جو اٹھا کر رکھتے ہیں تو پورے سال اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ بہت سے معتکفین کا بھی یہی حال ہے کہ اعتکاف کے دنوں میں تو بہت اللہ والے اور ولی اللہ محسوس ہوتے ہیں اور فرائض، واجبات کے علاوہ سنن اور نوافل (تہجد، اشراق، اوابین وغیرہ) تک کا اہتمام فرماتے ہیں، لیکن شوال کا چاند نظر آتے ہی مسجد سے ایسے غائب ہوتے ہیں کہ پورے سال نظر ہی نہیں آتے، جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے شاید ہجرت کرکے دور دراز تشریف لے گئے ہیں، ان لوگوں کو اپنے اعتکاف پر نظرِ ثانی کرنے کی ضرورت ہے کہ جو اعتکاف غیر اللہ سے تعلق توڑ کر اللہ سے تعلق جوڑنے کے لئے تھا اس کا اتنا بھی اثر ظاہر نہ ہوا کہ اس سے فارغ ہو کر فرض نماز ہی کی توفیق ہوجاتی۔

نیک اعمال کا ثواب بے شک رمضان المبارک میں زیادہ ہوجاتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ رمضان کے علاوہ نیک اعمال کرنے کی ضرورت نہ ہو، بلکہ شریعت کے اکثر احکام ایسے ہیں جو رمضان اور غیر رمضان دونوں حالتوں میں بندوں پر عائد ہوتے ہیں۔

لہٰذا رمضانُ المبارک کے اعمال کو آنے والے گیارہ مہینوں کا توشہ اور ذخیرہ سمجھنا چاہئے اور اس توشہ اور ذخیرہ کا اثر گیارہ مہینوں میں ظاہر ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے حق میں رمضان المبارک کے اعمال کو گیارہ مہینوں کے لئے ذخیرہ اور کارآمد بنائیں۔ آمین۔ محمد رضوان۔ ۱۶ شوال المکرّم ۱۴۲۵ھ۔ 29 نومبر 2004ء بروز پیر

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

مفتی محمد رضوان

درسِ قرآن

سورہ بقرہ (قسط ۴)

متقیوں کی دوسری اور تیسری صفات

اللہ تعالیٰ نے متقیوں کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی ہے:

﴿وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ﴾ یعنی ''اور وہ قائم کرتے ہیں نماز کو''۔ ''و'' کے معنٰی ہیں ''اور'' ''يُقِيمُونَ'' کے معنٰی ہیں ''قائم کرتے ہیں''

''الصَّلَاةَ'' لفظِ صلاۃ عربی میں کئی معنٰی کے لئے استعمال ہوتا ہے، یہاں اس سے مراد ''نماز'' ہے۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متقیوں کی صفات بیان کرتے ہوئے، نماز قائم کرنے کا ذکر فرمایا، نماز پڑھنے کا ذکر نہیں فرمایا، جس کی وجہ یہ ہے کہ نماز قائم کرنے کے معنٰی صرف نماز پڑھنے کے نہیں، بلکہ قائم کرنے کے معنٰی ''نماز کو ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے درست اور صحیح کر لینے کے ہیں'' جس میں کسی بھی قسم کی کوئی کجی اور ٹیڑھ پن نہ رہے، لہٰذا قائم کر لینے کے مفہوم میں نماز کے تمام فرائض وشرائط، واجبات، سنن ومستحبات اور ظاہری وباطنی آداب کا بجالانا اور پھر ان سب چیزوں پر دوام والتزام (یعنی ہمیشہ اور مسلسل عمل پیرا ہونا اور ان چیزوں کو لازم پکڑ لینا) یہ سب باتیں شامل ہیں، یہاں تک کہ خشوع وخضوع اور نیت میں اخلاص کا ہونا بھی اس میں داخل ہے۔

اور یہاں نماز قائم کرنے سے کوئی خاص قسم کی نماز مراد نہیں بلکہ فرض، واجب، سنت اور نفل سب قسم کی نمازیں اس میں شامل ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ متقیوں کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ شرعی اصول وقواعد کے مطابق ہر قسم کی نمازوں کی پابندی بھی کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان کے ظاہری وباطنی آداب کی بھی رعایت کرتے ہیں۔

لہٰذا جو حضرات نمازوں کی پابندی نہیں کرتے، اگرچہ کبھی کبھی نماز پڑھ لیتے ہیں (جیسا کہ آج کل کے اکثر مسلمان) یا وہ نمازوں کی پابندی تو کرتے ہیں، مگر نماز کے فرائض وشرائط، واجبات وآداب اور سنن ومستحبات کا لحاظ نہیں کرتے اور خشوع وخضوع کے مطابق نمازوں کا اہتمام نہیں کرتے، یا اخلاصِ نیت کے ساتھ نمازیں نہیں پڑھتے (خواہ وہ قصداً وعمداً ایسا کرتے ہوں یا پھر ان چیزوں کا علم ہی ان کو حاصل نہ ہو)

Idara Ghufran

بہرصورت وہ متقیوں کی اس صفت سے محروم ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے متقیوں کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ:
﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ یعنی ''جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے (ہماری رضا اور ہمارے حکم کے مطابق) خرچ کرتے ہیں''۔

یہاں ''رَزَقْنٰهُمْ'' فرما کر خرچ کرنے والوں کی توجہ اس طرف موڑ دی گئی کہ جو کچھ مال و دولت حاصل ہے وہ سب اسی ذات کا عطیہ اور انعام ہے، کسی انسان کا ذاتی کمال نہیں، انسان کے پاس تو یہ صرف امانت ہے، اگر یہ سب کا سب بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کر دیا جائے تو حق اور بجا ہے، اس میں انسان کا کوئی احسان نہیں ؎

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ تصور قائم کر لینے کے بعد انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا کوئی مشکل نہیں رہتا بلکہ زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کا جذبہ اور داعیہ دل میں پیدا ہوتا ہے، لیکن ساتھ ہی ''مِمَّا'' کا لفظ لا کر اس ذات نے یہ فضل فرمایا کہ خود اپنے دیئے ہوئے مال کو سارا خرچ کرنے کے بجائے اس کے کچھ حصہ کو خرچ کرنے کا حکم فرمایا۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے سے مراد کوئی خاص قسم کا خرچ کرنا نہیں بلکہ اس میں ہر قسم کا وہ خرچ کرنا داخل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضاء جوئی کی خاطر اس کے حکم و منشاء کے مطابق خرچ کیا جائے خواہ وہ فرض درجہ کا خرچ کرنا ہو جیسا کہ زکوٰۃ و عشر، خواہ واجب درجہ کا خرچ کرنا ہو، جیسا کہ قربانی اور صدقۂ فطر، اور خواہ عام نفلی درجہ کا خرچ کرنا ہو جیسا کہ عام صدقات و خیرات وغیرہ۔

اہم فائدہ: متقیوں کی صفات بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے ''ایمان بالغیب'' کا ذکر فرمایا گیا، پھر ''نماز قائم کرنے'' کا، اور اس کے بعد ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا''۔

ایمان کی اہمیت تو سب کو معلوم ہے کہ وہی اصل الاصول اور سارے اعمال کی قبولیت کی جڑ و بنیاد ہے، ایمان کے بعد اعمال کا درجہ آتا ہے، لیکن نیک اعمال کی فہرست بہت لمبی اور ان کا سلسلہ بڑا طویل ہے، جن میں فرائض و واجبات سمیت تمام دیگر نیک اعمال شامل ہیں، مگر ایمان کے بعد اعمال میں سے صرف

دو اعمال یعنی نماز اور مال خرچ کرنے کے ذکر پر اکتفا کیا گیا۔

جس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے بھی نیک اعمال ہیں یا جو اعمال بھی انسانوں پر فرض یا واجب ہیں ان کا تعلق یا تو انسان کے جسم اور بدن سے ہوتا ہے، یا اس کے مال سے، پہلی قسم کو جانی و بدنی اعمال کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کو مالی اعمال کہا جاتا ہے۔

جسمانی، بدنی اور جانی اعمال میں سب سے اہم عمل نماز ہے، اس لئے بدنی و جانی اعمال میں سے اس اہم عمل کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا، اور خود نماز کا عمل ایک ایسا جامع نظام ہے جس میں انسان کے ظاہری و باطنی تقریباً تمام اعضاء مشغول و مصروف ہوتے ہیں، اور نماز کا عمل انسان کی اصلاح میں بھی ایک انقلابی حیثیت رکھتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے، اِنَّ الصَّلَاۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَر (سورہ عنکبوت آیت ۴۵)

”کہ بلاشبہ نماز بے حیائی اور نازیبا کاموں سے روک ٹوک کرتی ہے“

اور مالی اعمال سب کے سب اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کے مفہوم میں شامل ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ایمان کے بعد اعمالِ صالحہ کا درجہ ہے، اور اعمال دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جن میں جان کو خرچ کرنا پڑتا ہے اور ایک وہ کہ جن میں مال کو خرچ کرنا پڑتا ہے، جانی اعمال میں سب سے اہم عمل نماز ہے اور مالی اعمال میں زکوٰۃ وصدقات وغیرہ۔

متقیوں کی صفات ذکر کرتے ہوئے پہلے ”یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ“ کے ذریعہ سے ایمان کو بیان فرمایا، اس کے بعد ”وَیُقِیۡمُوۡنَ الصَّلَاۃَ“ کے ذریعہ سے جانی عمل یعنی نماز کو بیان فرمایا، اور اس کے بعد ”وَمِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ“ کے ذریعہ سے مالی عمل یعنی زکوٰۃ وصدقات کو بیان فرمادیا۔

جب بندہ ایمان کی دولت حاصل کرتے ہوئے اپنی جان و مال کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قربان کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرلیتا ہے تو یہی اس کی کامیابی کا راز ہوتا ہے جس کے بعد اسے ہدایت یافتہ اور کامیابی پانے والا قرار دیا جاتا ہے (جیسا کہ آگے ”اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنۡ رَّبِّھِمۡ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡن“ کے ذریعہ سے بیان کیا جائے گا)

اس لئے یہ دراصل تنہا دو اعمال کا ذکر نہیں، بلکہ تمام اعمال وعبادات ان دو اعمال کے ضمن میں آگئے، اور پوری آیت کا مطلب یہ ہوگیا کہ ”متقی وہ حضرات ہیں جن کا ایمان بھی کامل ہے اور عمل بھی کامل ہے“۔

اور ایمان وعمل کے مجموعہ کا نام ہی اسلام ہے، گویا کہ اس آیت میں ایمان کے مکمل مفہوم کے ساتھ اسلام

کے مفہوم کو بھی ضمناً بیان کر دیا گیا۔اس لئے مناسب ہے کہ ایمان واسلام کے درمیان فرق معلوم ہو جائے جس کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں عام طور پر سوال اُبھرتا رہتا ہے۔

لغت (Dictionary) میں ایمان کسی چیز کی دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے اور اسلام اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے، ایمان کا اصل مقام ومحل دل ہے، اسی طرح اسلام کا اصل مقام ومحل بھی دل ہی ہے اور اسی کے ساتھ انسانی جسم کے اعضاء اور جوارح سے بھی اس کا تعلق ہے، لیکن شرعاً اسلام کے بغیر ایمان اور ایمان کے بغیر اسلام معتبر نہیں یعنی اللہ اور اس کے رسول کی صرف دل سے تصدیق کر لینا اُس وقت تک معتبر نہیں جب تک زبان سے اُس تصدیق کا اظہار اور اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار نہ کرے، اسی طرح زبان سے تصدیق کا اظہار یا فرمانبرداری کا اقرار اس وقت تک معتبر نہیں جب تک دل میں اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ لغت کے اعتبار سے ایمان اور اسلام الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث میں اسی لغت والے مفہوم کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے دونوں میں فرق کا ذکر کیا گیا ہے، مگر شرعاً ایمان بغیر اسلام کے اور اسلام بغیر ایمان کے معتبر نہیں، جب اسلام یعنی ظاہری اقرار وفرمانبرداری کے ساتھ دل میں ایمان نہ ہو تو اس کو قرآن کی زبان میں نفاق کا نام دیا گیا اور اس کو کُھلے کفر سے زیادہ سخت جرم قرار دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

”اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ“ (سورہ نساء آیت ۱۴۵)

”یعنی منافق لوگ جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں رہیں گے“

اسی طرح ایمان یعنی دل کی تصدیق کے ساتھ اگر ظاہری اقرار واطاعت نہ ہو تو اس کو بھی قرآن مجید میں کئی مقامات پر کفر ہی قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ایک موقع پر ارشاد ہے:

”يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ (سورہ بقرہ آیت ۱۴۶)

”یعنی یہ کافر رسول اللہ ﷺ اور آپ کی حقانیت کو ایسے یقینی طریقہ پر جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں“

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

”وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا“ (سورہ نمل آیت ۱۴)

''یعنی اور یہ لوگ ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان کے دلوں میں ان آیات کا پورا یقین ہے، اوران کی یہ حرکت صرف ظلم اور تکبر کی وجہ سے ہے''

بعض حضرات نے ایمان اوراسلام کے بارے میں بڑی اچھی اور عمدہ بات فرمائی ہے کہ ''ایمان اوراسلام کی مسافت اورسفر ایک ہی ہے، فرق صرف ابتداء اورانتہاء میں ہے، یعنی ایمان دل سے شروع ہوتا ہے اورظاہری عمل پر پہنچ کرمکمل ہوتا ہےاوراسلام ظاہری عمل سے شروع ہوتا ہےاوردل پر پہنچ کرمکمل سمجھا جاتا ہے، اگر دل کی تصدیق ظاہری اقرار واطاعت تک نہ پہنچے تو وہ تصدیق معتبرنہیں، اسی طرح اگر ظاہری اطاعت واقراردل کی تصدیق تک نہ پہنچےتو وہ اسلام معتبرنہیں۔ (جاری ہے......)

□□□□□□□

تہنیتی مکتوب بابت ماہنامہ ''التبلیغ''

حضرت مولانا عبدالرحمٰن راشد صاحب زیدمجدہٗ

(ناظم جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ صدرراولپنڈی، خطیب جامع مسجد پاک سیکٹریٹ نمبر۲ (وزارتِ دفاع پاکستان) آدم جی روڈراولپنڈی)

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

مکرم ومحترم جناب حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب تھانوی دام اقبالکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی

آپ کے زیرادارت شائع ہونے والا اسلامی جریدہ ماہنامہ التبلیغ کا8واں شمارہ سامنے ہےاورتمام شمارے باقاعدگی سےمل رہے ہیں، جزاک اللہ۔عرصہ سے خط لکھنے کاارادہ تھالیکن کچھ عوارض کی وجہ سے تاخیر ہوتے ہوتے نوبت بانیجار رسید کہ کئی ماہ گزرگئے ، ماہنامہ التبلیغ اسلامی جرائد میں ایک خوشگواراضافہ ہےاورایک جامع جریدہ ہےجس میں مسائل اورمضامین ہرلحاظ سے خوبصورتی کے ساتھ پیش کئے جارہے ہیں اورمحنت نظر آتی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کارخیر میں مزید برکت عطافرمائے آمین۔اس عمدہ جریدہ کےاجراء پرمبارکبادقبول فرماویں۔

والسلام: طالبِ دعا عبدالرحمٰن راشد جامعہ اسلامیہ صدر۔راولپنڈی۔

درسِ حدیث مفتی محمد یونس

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

دین خیر خواہی کا نام ہے

عَنْ اَبِیْ رُقَیَّۃَ تَمِیْمِ بْنِ اَوْسِ الدَّارِی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ **اَنَّ النَّبِیَّ** صلی اللہ علیہ وسلم **قَالَ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ** (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین نام ہے ’’خیر خواہی کا‘‘ ہم نے عرض کیا کہ خیر خواہی کس کے ساتھ؟ ارشاد فرمایا:

اللہ کے ساتھ اور اللہ کی کتاب کے ساتھ اور اللہ کے رسول کے ساتھ اور مسلمانوں کے اماموں کے ساتھ اور ان کے عوام کے ساتھ (مسلم شریف)

تشریح: اس حدیث کے راوی حضرت تمیم بن اوس داری صحابی ہیں ان کی کنیت ابو رقیہ ہے اور داری، نسبت ہے یہ ملکِ شام کے رہنے والے ہیں اسلام لانے سے پہلے ان کا تعلق عیسائی مذہب سے تھا آپ نے ۹ ھ میں غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا آپ انتہائی عابد وزاہد تھے آخر عمر تک زاہدانہ اور درویشانہ زندگی بسر کی، آپ نے ایک تہبند اور چادر ایک ہزار درہم میں اس لئے خریدی کہ اس کو اوڑھ کر نماز پڑھا کریں ایک رات تہجد کی نماز قضا ہوگئی تھی اس کے کفارہ میں سال بھر آرام نہیں فرمایا، اللہ اکبر۔ آپ نے ہی سب سے پہلے مسجد نبوی میں چراغ جلایا جس پر نبی علیہ السلام نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ آپ نہایت خوبصورت انسان تھے اچھا لباس پہنا کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے لیکن پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے زمانے میں اپنے وطن شام چلے گئے اور عمر مبارک کا باقی حصہ وہیں بسر کیا اور وہیں ۴۰ ھ میں آپ کا انتقال ہوا آپ کو بیت جبرون نامی مقام میں دفن کیا گیا رضی اللہ عنہ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۱۳، اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۴۵، تہذیب ج ۱ ص ۵۱۲ وغیرہ)

یہ حدیث جوامع الکلم (بہت جامع فوائد ونصائح پر مشتمل احادیث) میں سے ہے، مشہور محدث امام نووی

Idara Ghufran

رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں دین کے تمام مقاصد جمع ہیں اور اس حدیث پر عمل کر لینا گویا دین کے پورے منشا کو ادا کر دینا ہے، کیونکہ دین کا کوئی شعبہ اور کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو اس حدیث کے مضمون سے باہر رہ گیا ہو۔

اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے

نصیحت عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ ''نصح'' سے بنا ہے اور نصح کے معنی کسی چیز کا کھوٹ نکال دینے کے آتے ہیں عربی محاورے میں ''نصحت العسل'' کا جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب شہد کو موم سے صاف کر لیا جائے اسی طرح ''نصح قلب الانسان'' اس وقت بولتے ہیں جب انسان کے دل میں کوئی کھوٹ باقی نہ رہے۔ نصیحت کا لفظ بہت جامع ہے، اردو زبان میں اس لفظ کا پورا اور مکمل مفہوم ادا کرنے کے لئے شاید کوئی جامع لفظ نہ ملے ''خیر خواہی'' کے لفظ کے ساتھ اس کا جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ اس کا قریبی مفہوم ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اگر اس لفظ کے معنی بیان کئے جائیں تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر شخص کے متعلق یہ کوشش کرنا کہ اس کا پورا پورا حق ادا ہو جائے اور میری ذات سے اسے ہر ممکن فائدہ اور راحت پہنچ جائے الغرض ہر شخص کے بارے میں خیر اور بھلائی چاہنا ''نصیحت'' کہلاتا ہے۔

اس حدیث میں اللہ، کتاب اللہ، رسول اللہ، مسلمانوں کے ائمہ اور ان کے عوام کے ساتھ خیر خواہی کو دین بتلایا گیا ہے اور درحقیقت اگر نصیحت کے مذکورہ بالا مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے اس حدیث میں غور کیا جائے تو بآسانی یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث کس طرح پورے دین کو حاوی ہے اور دین کے تمام بنیادی شعبوں کو ان مختصر لفظوں میں کس طرح ادا کیا گیا ہے اور اس حدیث پر صحیح طور پر عمل کرنا کس طرح پورے دین پر عمل کرنا کہلاتا ہے؟ اس کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ

✪......اللہ کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جائے کسی کو اللہ عزوجل کی ذات وصفات میں شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اللہ جل جلالہ کے احکام کی پابندی کی جائے اور نافرمانیوں سے بچا جائے ممکن حد تک اللہ عمّ نوالہ کی معرفت حاصل کی جائے، اللہ رب العزت کے ساتھ انتہائی محبت کی جائے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا جائے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے اور ہر حال میں رضائے الٰہی کے لئے عمل کیا جائے دوسرں کو اس کی توحید اور اس کا حکم ماننے کی طرف دعوت دی

جائے خلاصہ یہ کہ پورے خلوص ووفاداری کے ساتھ (عبدیت) بندگی کا حق ادا کیا جائے۔ اللہ کی نصیحت دراصل اپنے ساتھ ہی خیر خواہی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا اعمال کرنے والا اپنا ہی بھلا کرتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے مومن متقی بننے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور کسی کے کافر فاسق ہونے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

✪...... اللہ کی کتاب کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اس کی تعظیم اور ادب واحترام کیا جائے اس کی تلاوت دل کی توجہ، اہتمام اور صحیح تلفظ کے ساتھ کی جائے۔ اس کا علم حاصل کیا جائے اس کے دوست نما دشمن (درس قرآن دینے والے غیر مستند لوگوں) کی غلط اور ملحدانہ باتوں کو غلط مان کر ان کی تردید کی جائے اس کا علم پھیلایا جائے، اس کے احکام پر عمل کیا جائے اور جن چیزوں سے اس نے روکا ہے ان سے باز رہا جائے اور ساری مخلوق کو قرآن ماننے کی دعوت دی جائے۔

✪...... اللہ کے رسول کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی تصدیق کی جائے آپ ﷺ کی رسالت ونبوت اور ختم نبوت پر ایمان رکھا جائے خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ نے جو عقائد رکھنے کی تعلیم دی ہے مِن وعَن بلا چون وچرا سب کو حق سمجھ کر دل سے تسلیم کیا جائے آپ ﷺ کے ارشادات پر عمل کیا جائے آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کی تمام سنتوں سے محبت کی جائے۔

آپ ﷺ کی پیروی میں دل وجان سے اپنی نجات سمجھی جائے آپ ﷺ کے دشمنوں سے نفرت اور آپ ﷺ کے دوستوں سے محبت رکھی جائے، آپ ﷺ کی آل وصحابہ کی عقیدت واحترام دل میں رکھا جائے۔ آپ ﷺ کی سنتوں کو معاشرے میں عام کیا جائے بدعات ورسومات سے بچا جائے وغیرہ۔

✪...... مسلمانوں کے اماموں (یعنی اسلامی طرز وطریقہ پر حکومت چلانے والے مسلمان حاکموں اور دینی ومذہبی پیشواؤں اور رہنماؤں) کی خیر خواہی یہ ہے کہ جائز باتوں میں ان کی پیروی کی جائے۔

ان کے حقوق ادا کئے جائیں اور ان میں جو خرابی دیکھی جائے حکمت واخلاص کے ساتھ اور ان کے مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے ان کے پیچھے نمازیں ادا کی جائیں ان کے خلاف بغاوت نہ کی جائے وغیرہ۔

✪...... عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کے سامنے اور اس کے پیچھے اس کی خیر خواہی کی جائے ہدیہ لیا دیا کرے، کسی گناہ پر اس کو عار نہ دلائے حکمت کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش کرے اس کی مصیبت

Idara Ghufran

پرخوش نہ ہوا جائے بلکہ اسے تسلی دی جائے اوراس کے غم میں شریک ہوا جائے دوسرے کی طرف سے جیسا سلوک اپنے لئے پسند کرے ویسا ہی اس کے لئے پسند کرے، جو اپنے لئے پسند ہو وہی اس کے لئے پسند کیا جائے، اس کی غیبت نہ کی جائے نہ غیبت سنی جائے کوئی اوراس کی غیبت کرے تو اس میں شرکت نہ کی جائے بلکہ اس کی طرف سے دفاع کیا جائے اس کو دھوکہ فریب نہ دیا جائے اس کی امانت میں خیانت نہ کی جائے، تہمت نہ لگائی جائے اس کی چغلی نہ کی جائے اس سے حسد نہ کیا جائے اس سے بغض ونفرت نہ کی جائے، اگر وہ مہمان بنے اس کا اکرام کیا جائے رائے طلب کرنے پر اسے صحیح مشورہ دیا جائے نرمی اور خوش اخلاقی کا برتاؤ کیا جائے جائز ضرورت میں جائز طریقے پر سفارش کردی جائے جب کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کی جائے وہ وفات پا جائے تو اس کے کفن دفن اور نمازِ جنازہ میں شرکت کی جائے جب کسی ضرورت یا ضیافت کے لئے بلائے تو اس کے پاس جایا جائے، اس کے سلام اور چھینک کا جواب دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حدیث پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

Idara Ghufran

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

ماہِ شوال مختصر فضائل ومسائل کی روشنی میں

شوال کا مہینہ اسلامی سال کا دسواں مہینہ ہے،شوال کا مہینہ رمضانُ المبارک کے بابرکت مہینہ کے اختتام پر شروع ہوتا ہے،شوال بھی اسلامی مہینوں کے دوسرے ناموں کی طرح عربی کا لفظ ہے،شوال کے ساتھ ''مکرم'' کا لفظ بھی لگایا جاتا ہے،اور کہا جاتا ہے''شوالُ المکرّم'' مکرم کا لفظ اس مہینہ کی عظمت اور اس کے اکرام کو ظاہر کرتا ہے۔

شوال کے مہینہ کی فضیلت وعظمت کئی اعتبار سے واضح ہوتی ہے،چنانچہ سب سے پہلی فضیلت تو اس مہینہ کو یہ حاصل ہے کہ یہ مہینہ''رمضان'' کے مبارک مہینہ کا پڑوسی شمار ہوتا ہے،اور ماہ رمضان کا پڑوسی ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے کہ اس مہینہ میں بھی اس کا کچھ نہ کچھ اثر ظاہر ہوگا، کیونکہ صحبت ورفاقت اور قربت کا اثر ہر چیز میں کسی نہ کسی انداز سے ظاہر ہوا کرتا ہے۔

پھر شوال کے مہینہ کے پہلے دن کا آغاز''عیدالفطر'' کے ساتھ ہوتا ہے،اور''عیدالفطر'' دولفظوں کا مجموعہ ہے(۱)عید(۲)الفطر،عید کی نسبت فطر کی طرف ہورہی ہے،فطر کے معنیٰ''افطار کرنے'' کے ہیں جس سے یہاں مراد روزوں کی فرضیت کے بعد افطار یعنی روزے نہ رکھنے کی اجازت مل جانا ہے کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں جو روزے رکھنے کی پابندی تھی وہ شوال کے آغاز پر ختم ہوجاتی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ماہ رمضان میں روزوں کی فرضیت ادا کرنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور دین اسلام کے اہم رکن کی ادائیگی کی سعادت حاصل ہوتی ہے،اس نعمت پر شکر اور اس کی خوشی منانے کے لئے شوال کے مہینہ کو مقرر کرکے اس مہینہ کو اس سے جوڑ دیا گیا،اور بطور شکرانے کے اس موقع پر دو رکعت خاص شان کے ساتھ مسلمانوں پر واجب فرمائی گئی ہیں۔

شوال کا ہی مہینہ ہے جس کی پہلی تاریخ کو سب مسلمان اللہ تعالیٰ کے مہمان اور اللہ تعالیٰ ان سب کے میزبان ہوتے ہیں،اسی لئے اس دن کا روزہ رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے،اور''صدقۂ فطر'' کے واجب ہونے کا تعلق بھی شوال کے پہلے دن کے آغاز یعنی عیدالفطر کی صبح صادق سے جوڑ دیا گیا،جبکہ صدقۂ فطر بھی رمضان اور روزوں کے بخیر وعافیت اور سلامتی کے ساتھ گزرنے اور روزوں میں چھوٹی موٹی سرزد

Idara Ghufran

ہو جانے والی کوتاہیوں کو دور کرنے کے نتیجہ میں واجب کیا گیا ہے، گویا کہ شوال کے مہینہ میں عید الفطر کا دن عید الفطر کی نماز اور صدقۂ فطر کا وجوب، یہ سب چیزیں رمضان المبارک سے خاص تعلق رکھتی ہیں، اس کے علاوہ رمضان کے مہینہ کے مکمل فرض روزے رکھنے کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ نفلی روزے رکھنے کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ان دونوں قسم کے مجموعی روزوں سے پورے سال روزے رکھنے کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) اور شوال کے ان چھ نفلی روزوں کو رمضان کے فرض روزوں سے ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ نفل اور سنت نماز کو اُس وقت کی فرض نماز سے تعلق ہوتا ہے، اس لحاظ سے بھی شوال کے مہینہ کو رمضان کے مہینہ سے خصوصی تعلق اور لگاؤ ہوا۔ اتنے سارے روابط ثابت ہو جانے کے بعد شوال کے مہینہ کو رمضان کے مہینہ کے ساتھ کیا کچھ تعلق ہے اس کا اندازہ خود ہی ہر شخص لگا سکتا ہے۔

مذکورہ تفصیل سے تو شوال کے مہینہ کا اسلام کے اہم رکن ''روزے'' والے مہینہ سے تعلق کا ہونا معلوم ہوا۔ دوسری طرف شوال کے مہینہ کو اسلام کے دوسرے اہم بلکہ آخری اور تکمیلی رکن ''حج'' سے بھی تعلق ہے، کہ شوال کا مہینہ حج کے مہینوں میں سے سب سے پہلا مہینہ ہے کیونکہ حج کے مہینے ''شوال، ذیقعدہ، اور ذی الحجہ'' کو قرار دیا گیا ہے۔

اور قرآن مجید میں ان کو ''اشھر حج'' یعنی حج کے مہینے بتلایا گیا ہے (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ، آیت ۱۹۷)

لہٰذا اس مہینہ کے ساتھ بڑی بڑی اہم عبادات اور اسلام کے اہم ارکان سے خصوصی تعلق ہونے کا تقاضا یہ ہوا کہ اس مہینہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں صرف کیا جائے، اور ہر قسم کی نافرمانی اور گناہ سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔

ماہِ شوال میں نکاح کا مسئلہ

آج کل بعض لوگ شوال کے مہینہ کو منحوس ومعیوب سمجھتے ہیں اور اس مہینہ میں شادی بیاہ کی تقریب انجام دینے کو بھی برا جانتے ہیں، مگر گزشتہ تحریر سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس مہینہ کو نامبارک یا منحوس سمجھنا دین سے دوری اور جہالت کی بات ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے نکاح اور رخصتی دونوں شوال کے مہینہ میں ہوئیں، بخاری ومسلم میں اس سلسلہ کی صحیح احادیث موجود ہیں۔

تو کیا نعوذ باللہ تعالیٰ حضور ﷺ اور اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے بابرکت کسی امتی کا نکاح ہوسکتا ہے؟ ہرگز بھی نہیں۔ اس کا تقاضا تو یہ ہوا کہ شوال کے مہینہ میں حضور ﷺ کی اس سنت پر عمل کیا جائے اور اس کے برخلاف پیدا ہونے والے غلط عقائد ونظریات کو رد کیا جائے۔

ماہِ شوال کے چھ روزوں کے فضائل

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے رمضان کے (فرض) روزے رکھے اور اس کے بعد پھر شوال کے مہینہ میں چھ (نفل) روزے رکھ لئے تو (اس کو پورے سال کے روزے رکھنے کی فضیلت عطا کی جائے گی اور اگر کوئی ہر سال ہمیشہ یہی عمل کرتا رہے گا تو فضیلت حاصل کرنے میں ایسا ہوگا) گویا کہ اس نے ساری عمر روزے رکھے'' (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

طبرانی کی روایت میں اس فضیلت کی وجہ اس طرح بیان کی گئی ہے کہ:

''ہر دن کا روزہ (ثواب میں) دس روزوں کے برابر ہے'' (طبرانی)

فائدہ: چاند کے اعتبار سے ایک سال میں عموماً تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے نیکی کا ثواب عطا فرمانے میں یہ فضل فرمایا ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گُنا عطا فرماتے ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا'' (سورہ انعام آیت ۱۶۰)

''مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور ایک نیکی لے کر حاضر ہوگا اسے دس گنا ثواب عطا کیا جائے گا''

اور رمضان کے تیس روزوں کے ساتھ شوال کے چھ روزوں کو ملا کر ۳۶ کے عدد کو دس میں ضرب دیا جائے تو تین سو ساٹھ کی تعداد نکلتی ہے، اس طرح رمضان کے پورے مہینہ کے روزوں سمیت شوال کے چھ روزے رکھ لینے سے پورے سال روزے رکھنے کا اجر حاصل ہوتا ہے، اگرچہ یہ اجر بطور فضل وانعام کے ہے، گو حقیقت میں سال بھر روزے رکھنے والے کے برابر نہیں، مگر کمزور لوگوں کے لئے یہ تفضیلی اور انعامی اجر ہی کیا کم حیثیت رکھتا ہے۔

اس بات کی مزید وضاحت اور تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا کہ:

''رمضان کے ایک مہینہ کے روزوں کا اجر دس مہینوں کے برابر ہے اور رمضان کے بعد (شوال کے مہینہ میں) چھ روزوں کا اجر دو مہینوں کے برابر ہے، اور اس طرح یہ اجر (ملاکر) پورے سال کے برابر ہوا'' (مسند احمد، نسائی، ابن حبان)

ایک اور روایت میں اس مسئلہ کو اس طرح واضح کیا گیا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے نیکی کا اجر دس گنا مقرر فرمایا ہے (اس لحاظ سے) ایک مہینہ کا اجر دس مہینوں کے برابر اور اس کے بعد (شوال کے) چھ روزوں کا (اجر دو مہینوں کے برابر اور کُل) ملاکر پورے سال کے روزوں کے اجر کے برابر ہے'' (کنز العمال بحوالہ ابن حبان)

ایک روایت میں رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ روزے رکھنے کی فضیلت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ روزے بھی رکھے تو یہ روزہ دار اپنے (صغیرہ) گناہوں سے اس طرح چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے، جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے'' (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی فی الاوسط، بسند ضعیف)

سبحان اللہ! رمضان کے فرض روزے تو رکھنے کی اکثر مسلمانوں کو سعادت حاصل ہو ہی جاتی ہے، اس کے بعد پورے شوال کے مہینہ میں صرف چھ روزے رکھ کر پورے سال کے روزوں کی فضیلت واجر کا نصاب اور کورس پورا کر لینا کوئی بھی مشکل کام نہیں، خصوصاً جبکہ رمضان کے فرض روزے رکھ لینے کے بعد صرف چھ روزوں کے اضافہ سے اتنی عظیم فضیلت بھی حاصل ہو رہی ہو کہ تمام صغیرہ گناہوں کی معافی کا پروانہ بھی حاصل ہو رہا ہو، ایسے وقت تو خوب شوق وذوق اور نہایت اہتمام کے ساتھ ان روزوں کو رکھنا چاہئے۔

اگرچہ اس جیسی احادیث میں نیک اعمال سے گناہوں کی معافی صغیرہ گناہوں تک محدود ہوتی ہے، مگر اولاً تو صغیرہ گناہوں کی معافی بھی بہت بڑی نعمت اور دولت ہے، دوسرے کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے اللہ تعالیٰ نے توبہ کا عمل مقرر فرمایا ہے، اور توبہ کسی بھی وقت انجام دی جاسکتی ہے، اگر کوئی اس کے ساتھ ہی ہر قسم کے کبیرہ گناہوں سے بھی شرعی اصولوں کے مطابق توبہ بھی کر لے تو پھر اس کے کبیرہ گناہوں کے

Iqra Ghufran

ساتھ صغیرہ گناہوں کی معافی ہوکر جو مقام و مرتبہ حاصل ہوگا وہ بالکل ظاہر و باہر ہے اور محتاجِ بیان نہیں۔

یہاں کسی کو یہ شبہ ہو کہ اگر کسی مرتبہ رمضان کا مہینہ تیس دن کے بجائے انتیس دن کا ہوا تو پھر شوال کے چھ روزے رکھ لینے کے بعد تعداد چھتیس کو نہیں پہنچتی بلکہ صرف پینتیس تک پہنچتی ہے پھر پورے سال کی فضیلت کس طرح حاصل ہوسکے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مہینہ کے ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، بندہ کا اس میں کوئی اختیار نہیں اور پھر ہر مؤمن بندہ کی نیت یہی ہوتی ہے کہ اگر رمضان کا مہینہ ۳۰ دن کا ہوا تو وہ تیس ہی روزے پورے کرے گا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل کا تقاضا یہ ہوا کہ جو چیز بندہ کے اختیار میں نہیں اور بندہ کی نیت بھی اس عمل کو انجام دینے کی ہے، وہاں ثواب پورا پورا ہی عطا فرماتے ہیں اور کوئی کمی نہیں فرماتے، لہٰذا رمضان کا مہینہ ۲۹ دن کا ہونے کی صورت میں بھی انشاءاللہ تعالیٰ اجر پورا پورا ہی حاصل ہوگا۔

شوال کے چھ روزوں کے بارے میں ایک علمی شبہ کا جواب

بعض حضرات کو فقہ کی کچھ ایسی عبارات سے مغالطہ لگ گیا ہے جن سے شوال کے چھ روزوں کی کراہت اور مخالفت ظاہر ہوتی ہے، حالانکہ شوال کے مذکورہ چھ روزے کتبِ حدیث وفقہ کی رو سے ثابت اور مستحب ہیں۔

اور جن عبارات سے ان روزوں کا مکروہ وممنوع ہونا ظاہر ہوتا ہے اولاً تو وہ عبارات اتنی مستند اور مضبوط نہیں دوسرے ان عبارات میں جو کراہت اور ممانعت ذکر کی گئی ہے وہ اس صورت میں ہے جبکہ ان روزوں کے ساتھ کوئی غیر شرعی چیز شامل کر لی جائے، ظاہر ہے کہ جب کسی مستحب عمل میں کوئی عقیدے کا بگاڑ یا عمل کی خرابی شامل ہو جائے تو پھر اس سے منع ہی کیا جاتا ہے، لیکن منع کرنے کی وجہ خود وہ عمل نہیں ہوتا بلکہ اس خرابی کا پایا جانا ہوتا ہے، جس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھئے کہ نماز پڑھنا ایک عظیم عبادت ہے لیکن اگر کوئی یہ اہم عبادت سورج کے طلوع یا غروب ہونے کے وقت یا زوال کے وقت ادا کرے تو اس کو اس سے منع کیا جائے گا، لیکن منع کرنے کی وجہ خود وہ نماز نہ ہوگی بلکہ اس کو ایک غلط وقت میں ادا کرنا ہوگی، اسی طرح فقہ کی جن عبارات میں شوال کے چھ روزوں سے جو منع کیا گیا ہے ان کا مطلب اسی قسم کی کوئی خرابی شامل ہونے کی صورت میں ہے، مثلاً جبکہ شوال کے چھ روزے اس طرح رکھے جائیں کہ عید کے دن بھی

روزہ رکھا جائے، اور کیونکہ عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے، لہٰذا اس طرح کے روزے رکھنا ممنوع ہوگا، لیکن جب ان روزوں کو اس قسم کی خرابیوں سے پاک وصاف رکھا جائے تو کراہت اور ممانعت کی کوئی وجہ نہیں، اس کے باوجود بھی اگر کوئی شوال کے مذکورہ چھ روزوں سے منع کرتا ہے تو اس کو غلط فہمی یا کم علمی کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے؟

شوال کے چھ روزوں کے مسائل

★ شوال کے مذکورہ چھ روزے جن کی فضیلت بیان کی گئی، نفلی درجہ کی حیثیت رکھتے ہیں، لہٰذا ان کو نفلی درجہ ہی دینا چاہئے، فرض یا واجب کی طرح نہیں سمجھنا چاہئے، البتہ نفلی عمل ہونے کے باوجود ان کی فضیلت پر کوئی فرق نہیں پڑتا ★ شوال کے چھ روزوں سے مذکورہ فضیلت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رمضان کے مہینہ کی تعداد مکمل طور پر پہلے ادا کرلی جائے پھر عید کا دن گزرنے کے بعد شوال کا مہینہ ختم ہونے سے پہلے پہلے چھ روزے رکھے جائیں، لہٰذا اگر کسی نے رمضان کے پورے روزے نہ رکھے ہوں تو ان کی ادائیگی سے پہلے شوال کے مذکورہ چھ روزے رکھ کر یہ فضیلت حاصل کرنا ممکن نہیں، کیونکہ احادیث وروایات میں جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ رمضان کے روزے رکھ کر پھر شوال کے مہینہ میں روزے رکھنے کی صورت میں ہے ★ جو خواتین وحضرات کسی عذر کی وجہ سے رمضان کے کچھ روزے نہ رکھ سکے ہوں اور وہ مذکورہ فضیلت حاصل کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے رمضان کے قضا شدہ روزے رکھیں اور رمضان کی تعداد پوری کرنے کے بعد پھر شوال کے مذکورہ چھ روزے رکھیں، اس سے امید ہے کہ انہیں مذکورہ فضیلت حاصل ہوجائے گی ★ ایک ہی روزے میں رمضان کے قضا شدہ روزے کو ادا کرنے اور شوال کے روزہ کی مذکورہ فضیلت اکھٹی حاصل نہیں کی جاسکتی، لہٰذا جس طرح پہلے رمضان کے قضا شدہ روزے رکھنا ضروری ہے اسی طرح ان روزوں کو رمضان کے روزوں سے علیٰحدہ رکھنے کی بھی ضرورت ہے ★ اگر کسی نے لاعلمی میں رمضان کے قضا شدہ روزے کی نیت بھی کی اور شوال کے روزے کی فضیلت بھی حاصل کرنے کی اسی روزے میں نیت کرلی تو اس صورت میں رمضان کا قضا شدہ روزہ ادا ہوجائے گا لیکن شوال کے چھ روزوں کی فضیلت میں اس روزہ کو شمار نہیں کیا جائے گا ★ شوال کے ان چھ روزوں کو عید کے فوراً بعد یعنی اگلے دن سے رکھنا ضروری نہیں، اور ان روزوں کو لگاتار رکھنا بھی ضروری نہیں، بلکہ خواہ عید

کے اگلے دن سے رکھے یا بعد میں رکھے اور خواہ لگا تار رکھے یا درمیان میں ناغہ کر کے رکھے، بہر حال جس طرح بھی ان روزوں کی تعداد شوال کا مہینہ ختم ہونے سے پہلے پہلے ادا کرلی جائے گی مذکورہ فضیلت حاصل ہوجائے گی، کیونکہ حدیث میں شوال کے مہینہ میں ان روزوں کو رکھنے کا ذکر بغیر کسی قید اور شرط و پابندی کے مذکور ہے، لگا تار یا عید کے فوراً بعد کی کوئی شرط وقید ذکر نہیں کی گئی۔

★ عید الفطر کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے ★ بعض احمق اور کم عقل وکم علم حضرات شش عید کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ ان چھ روزوں کے بعد عید منائی جاتی ہے، اس لئے انہوں نے چھ روزوں کے بعد عید منانے کی بدعت شروع کردی، یہ جہالت وحماقت پر مبنی ہے ★ شوال کے یہ روزے کیونکہ نفلی درجہ کا حکم رکھتے ہیں، اس لئے ان پر نفلی روزوں کے احکام ہی جاری ہوں گے، چنانچہ ان روزوں کے لئے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں، اگر کسی کا دن کے شروع وقت میں روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا لیکن صبح صادق کے بعد سے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں پھر روزہ رکھنے کا ارادہ ہوگیا تو زوال سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے (یعنی ضحوۂ کبریٰ جو صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک کے آدھے حصہ کا نام ہے) تک نفل روزے کی نیت کرلینا صحیح ہے اس کے بعد نیت کرنا صحیح نہیں ★ نیت زبان سے الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں بلکہ دل کے ارادہ کا نام ہے۔لہٰذا دل میں نیت کرلینا کافی ہے زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔

★ سحری کھانا سنت ہے اگر بھوک نہ ہوتو تھوڑا بہت سنت کی نیت سے کچھ کھالینا چاہئے لیکن اگر کسی نے بالکل سحری نہ کھائی اور بغیر سحری کے روزہ رکھ لیا تب بھی روزہ ہوجائے گا★ نفلی روزہ اگر رکھ کر پورا کرنے سے پہلے توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء ضروری ہوجاتی ہے لیکن کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہوتا★ عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا منع ہے ★ مشہور ہے کہ جب تک فجر کی اذان کی آواز نہ آئے اس وقت تک سحری کھانا جائز رہتا ہے، یہ غلط ہے، اور اصل بات یہ ہے کہ سحری کا وقت صبح صادق ہونے پر ختم ہوجاتا ہے خواہ ابھی اذان بھی نہ ہوئی ہو۔اور صبح صادق کا وقت مستند جنتریوں میں بھی دیکھا جاسکتا ہے(نیز ادارہ غفران کی طرف سے شائع شدہ دائمی سالانہ نقشہ اوقاتِ نماز، سحر وافطار سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے) (عید الفطر اور ماہِ شوال سے متعلق تفصیلی فضائل ومسائل کے لئے ادارہ غفران کا مطبوعہ رسالہ ''ماہِ شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

بسلسلہ : تاریخی معلومات مولوی سعید افضل / مولوی طارق محمود

ماہِ شوال کے چند تاریخی واقعات

□......**ماہِ شوال ۱ھ:** میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی، رخصتی سے تین سال پہلے شوال ہی میں آپ کا حضور ﷺ کے ساتھ نکاح ہوا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ ان کی والدہ ام رومان نے آواز دے کر بلایا اور منہ دھونے اور بال درست کرنے کو کہا اور بتایا کہ تمہاری رخصتی ہے اوران کو گھرلے گئیں، انصار کی عورتیں انتظار میں تھیں یہ داخل ہوئیں تو سب نے مبارک باد دی اس طرح بالکل سادگی کے ساتھ آپ کی رخصتی عمل میں آئی (الاصابۃ ج ۸، کتاب النساء، العین المہملۃ، البدایہ والنہایۃ ج ۳، فصل بناءہ ﷺ بعائشہ)

□......**ماہِ شوال ۱ھ:** میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی قباء کے مقام پر ولادت ہوئی، آپ کی ولادت سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی، کیونکہ یہودیوں نے یہ بات مشہور کررکھی تھی، کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کررکھا ہے، اس لئے مسلمانوں کے ہاں نرینہ اولاد پیدا نہیں ہوتی، ولادت کے بعد آپ کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آپ کو حضور ﷺ کی گود میں رکھا، آپ ﷺ نے کھجور منگوا کر اپنے منہ مبارک میں چبائی اوران کے تالو سے لگائی (الاصابہ ج ۷، حرف العین المہملۃ، عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۳۴)

□......**ماہِ شوال ۲ھ:** میں حضرت سالم بن عمیر بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جنہیں آنحضرت ﷺ کے ساتھ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔ ابوعَفک نامی ایک یہودی کی طرف بھیجا، یہ ایک سوبیس سال کا بوڑھا یہودی بنوعمرو بن عوف کے خاندان سے تھا اور یہ آنحضرت ﷺ کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا اور آپ ﷺ کی شان میں ناشائستہ اشعار گھڑا کرتا تھا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اس کو خفیۃً قتل کردیا اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ صحیح سالم واپس آگئے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۸۹)

□......**ماہِ شوال ۳ھ:** میں غزوۂ احد ہوا، جس میں آپ ﷺ ایک ہزار افراد کے ساتھ نکلے تھے راستہ میں عبداللہ بن ابی بن سلول مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ کرتے ہوئے ۳۰۰ منافقین کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ بقیہ ۷۰۰ کے پاس صرف ۲ گھوڑے تھے، دوسری طرف ۳۰۰۰ کفار تھے جن میں ۷۰۰ زرہ بند اور ۲۰۰ گھوڑے تھے، اسی غزوہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت بھی ہوئی تھی جو کہ مشہور معروف

ہے (البدایہ ج۴ خروج النبی ﷺ باصحابہ)

□...... **ماہِ شوال ۳ھ:** میں غزوۂ احد سے واپسی پر غزوۂ حمراء الاسد پیش آیا، ابوسفیان اور دیگر کفارِ قریش غزوۂ احد میں شکست کھا کر اس جگہ دوبارہ لڑائی کے لئے جمع ہوگئے تھے مگر جب آپ ﷺ ادھر متوجہ ہوئے تو دشمنوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسا رعب ڈالا کہ سب ڈر کر مسلمانوں سے بلا مقابلہ بھاگ کھڑے ہوئے (عہد نبوت ص ۳۷ غزوات النبی، البدایہ ج۴ خروج النبی ﷺ باصحابہ)

□...... **ماہِ شوال ۴ھ:** میں آپ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، ایک قول سن ۴ ہجری کے بجائے سن ۳ ھ کا ہے لیکن پہلا قول راجح ہے (کما صرح الزرقانی فی شرح المواہب) اس سے پہلے حضرت ام سلمہ کے شوہر عبداللہ بن عبدالاسد (ابوسلمہ) رضی اللہ عنہ تھے جو آپ ﷺ کے رضاعی بھائی تھے غزوۂ احد میں زخمی ہوکر ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ عدت کے بعد آپ ﷺ کا پیغامِ نکاح ملا تو عرض کیا میں سخت غیور عورت ہوں اور صاحبِ عیال ہوں، میری عمر زیادہ ہے آپ ﷺ نے ان تمام زحمتوں کو گوارا فرمایا چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے سے کہا کہ حضور ﷺ سے میرا نکاح کرو، شوال ۵۹ ھ میں ان کا انتقال ہوا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھایا (الاصابۃ ج۸، حرف السین المہملۃ، سیر الصحابیات ج۶ ص ۵۸ بحوالہ سنن نسائی، زرقانی ج۳ ص ۲۷۳)

□...... **ماہِ شوال ۵ھ:** میں اور بقول بعض ذی القعدہ میں غزوۂ خندق ہوا جسے غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ غزوۂ خندق ۴ھ میں ہوا، اس کو غزوۂ خندق تو اس لئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس موقع پر صحابہ کے مشورہ سے مدینہ کے اردگرد بہت بڑی خندق کھودی تھی اور احزاب اس لئے کہتے ہیں کہ کفار کی مختلف قومیں متحد ہوکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جمع ہوئیں تھیں، احزاب کے معنٰی ''جماعتوں'' کے ہیں اس غزوہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے لشکر پر تیز آندھی بھیجی جس سے کفار کا لشکر تتر بتر ہوگیا، اور فرشتے بھی مسلمانوں کی مدد کے لئے اترے جو لڑائی میں شریک تو نہیں تھے لیکن ان کی موجودگی سے کفار پر رعب چھایا رہا اور کفار میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی ''البدایہ والنہایہ ج۴ میں غزوۂ خندق کا شوال ۵ ھ کو ہی ہونا راجح قرار دیا گیا ہے'' (غزوات النبی ﷺ ص ۲۳۳)

□...... **ماہِ شوال ۶ھ:** میں اور بقول بعض جمادی الاخریٰ میں اور بقول بعض ذی الحجہ میں حضرت کرز بن جابر القرشی الفہری رضی اللہ عنہ کا سریہ عکل وعرینہ کی طرف بھیجا گیا ان کو تغلیباً عرنیین بھی کہا جاتا

ہے کیونکہ ان میں سے بعض قبیلہ عکل کے تھے اور بعض عرینہ کے، یہ وہی آٹھ افراد تھے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور مدینہ میں رہنے لگے، یہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو آنحضرت ﷺ کے حکم سے جنگل میں چلے گئے جہاں صدقہ کے اونٹ چرتے تھے، وہاں انہوں نے یہ حرکت کی کہ آنحضرت ﷺ کے چرواہے کو جس کا نام حضرت یسار رضی اللہ عنہ تھا قتل کر ڈالا اور اُونٹ ہنکا کر لے گئے، آنحضرت ﷺ نے حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کی معیت میں ان کے تعاقب میں بھیجا، چنانچہ یہ پکڑے گئے اور انہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ان ہی کے بارے میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْا اَوْ یُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (سورۃ المائدہ آیت ۳۳)

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں (مراد اس سے راہ زنی اور ڈکیتی ہے) ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دئے جائیں یا انکے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دئے جائیں یا زمین پر سے نکال دئے جائیں (بیان القرآن)

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم فرمایا، اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں لگائی گئیں (کیونکہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے چرواہے سے بھی یہی سلوک کیا تھا، اس کے قصاص میں یہ سزا دی گئی) اور ان کو ''حرہ'' میں ڈال دیا گیا یہاں تک کہ یہ جہنم واصل ہوئے (البدایہ والنہایہ ج ۶ فصل فی السرایا، عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۹۸)

□...... **ماہ شوال ۸ھ:** میں غزوہ طائف ہوا، جب مکہ فتح ہوا تو تمام قبیلوں نے آپ ﷺ کی اطاعت قبول کی مگر ''حنین'' کے بنو ہوازن اور ''طائف'' کے بنو ثقیف قبیلہ نے اطاعت قبول نہیں کی، آپ ﷺ نے پہلے تو حنین کا رخ کیا حنین سے فارغ ہونے کے بعد طائف کا رخ کیا، بالآخر بنو ہوازن وہاں سے بھاگ کر بنو ثقیف کے پاس چلے گئے اب دونوں ایک جگہ جمع تھے، آپ ﷺ نے طائف کا ارادہ فرمایا، چونکہ اس غزوہ میں آپ ﷺ کا اصل مقصد بنو ہوازن تھے بنو ثقیف نہیں تھے اس لئے طائف کے محاصرہ اور گھیراؤ کے دوران جب دیکھا کہ یہ قلعوں میں پناہ پکڑے ہوئے ہیں تو لڑائی کا حکم نہیں فرمایا۔ صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معلوم کرنے پر فرمایا کہ ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں ثقیف کے ساتھ لڑائی کا حکم نہیں ہے، ۲۰ دن تک قلعہ کا محاصرہ اور گھیراؤ رکھا پھر واپس تشریف لے آئے، کچھ عرصہ بعد بنوثقیف کے وفد نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا (البدایہ والنہایہ ج ۴، غزوۃ الطائف، غزوات النبی ص ۶۲۱ عہد نبوت ۸۳)

□......**ماہِ شوال ۱۶ھ:** میں بیت المقدس فتح ہوا، یہ مسلمانوں کی بیت المقدس پر پہلی فتح تھی، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شام اور فلسطین کے علاقے فتح کرتے ہوئے جب بیت المقدس پہنچے تو حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما بھی اپنے اپنے معرکوں سے فارغ ہو کر پہنچ گئے اور بیت المقدس کا چاروں طرف سے گھیراؤ کر لیا، عیسائیوں کو یہ خیال ہوا کہ اگر ہم ہتھیار ڈال دیں تو مسلمان کہیں ہماری مقدس جگہوں کو پامال نہ کر دیں، لہٰذا ہم اس شرط پر صلح کرتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خود آ کر صلح کی شرائط لکھیں اور دستخط فرمائیں، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود تشریف لا کر صلح کی شرائط لکھیں جس میں عیسائیوں کے مقدس مقامات کو امان دی گئی تھی، اور مال وجان سے تعرض نہ کرنے کا عہد کیا گیا تھا، شہر کے دروازے کھول دیئے گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی بیت المقدس تشریف لے گئے اور عیسائیوں کے مشہور کنیسہ ''قمامہ'' کی سیر کی، سیر کے دوران نماز کا وقت آ گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عیسائی رہبر کے کہنے کے باوجود کنیسہ میں نماز نہیں پڑھی کہ کہیں میرے بعد مسلمان میرے اس عمل کو بنیاد بنا کر عیسائیوں سے ان کے کنیسہ کو چھین نہ لیں (البدایہ والنہایہ ج ۷، فتح بیت المقدس علی یدی عمر بن الخطاب، تاریخ ملت ج ۱ ص ۲۷۱، بحوالہ اتمام الوفاء بحوالہ طبری، محاضرات خضری ج ۲ ص ۹)

قبرستان

قبرستان جانے کا اصل مقصد اپنی موت کو یاد کرنا اور اپنی ہستی کو پہچاننا ہے کہ کل میں نے بھی قبر میں جانا ہے، دنیا سے رخصت ہونا ہے، ساری عیش وعشرت اور ساز وسامان چھوڑ کر یہاں پہنچنا ہے لہٰذا دنیا کی لذت اور چاٹ سے اپنے آپ کو بچایا جائے اور دنیا سے دل نہ لگایا جائے،

مگر آج کل قبرستان کو ایک بستی بنا دیا گیا ہے، جگہ جگہ پختہ اور پکی قبریں ہیں، پہلے تو قبر کا اردگرد صرف حاشیہ پکا کر دیا جاتا تھا، اب پوری قبریں پکی ہونے لگی ہیں، بعض قبروں پر پختہ کر کے اوپر سے چھت بھی بنا دی گئی ہے

مقالات ومضامین

مفتی منظور احمد

سفرِ معراج کے عجائب وامثال (چوتھی وآخری قسط)

(۲۹)...... آپ ﷺ ایک چھوٹے سے سوراخ کے قریب آئے جس سے ایک بڑا بیل نکل رہا ہے وہ نکلنے کے بعد دوبارہ سوراخ میں داخل ہونا چاہتا ہے مگر داخل نہیں ہوسکتا آپ نے فرمایا یہ کیا ہے تو حضرت جبرائیل نے کہا یہ اس شخص کی مثال ہے جو کوئی بڑا (خطرناک) کلمہ کہتا ہے پھر نادم ہوکر اسے واپس لوٹانا چاہتا ہے مگر لوٹا نہیں سکتا۔

(۳۰)...... آپ ﷺ کا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جو ایک ہی دن میں تخم ریزی بھی کر لیتے ہیں اور ایک ہی دن میں کاٹ بھی لیتے ہیں اور کاٹنے کے بعد کھیتی پھر ویسی ہی ہوجاتی ہے جیسی پہلے تھی آپ نے جبرائیل امین سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے جبرائیل امین نے کہا کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں ان کی ایک نیکی سات سو نیکیوں سے بھی زیادہ ہوجاتی ہے اور یہ لوگ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے (الترغیب والترھیب)

(۳۱)...... حضور اقدس ﷺ نے فرمایا میں شبِ معراج میں ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرا جو ہر طرف سے عرش کے نور کے اندر گھرا ہوا تھا میں نے کہا یہ کون شخص ہے کیا یہ فرشتہ ہے؟ جواب دیا گیا کہ نہیں میں نے کہا کیا یہ نبی ہے؟ کہا گیا نہیں میں نے کہا پھر کون ہے؟ تو جبرائیل نے کہا یہ وہ شخص ہے دنیا میں جس کی زبان ذکر اللہ سے تر رہتی تھی اور اس کا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا تھا اور وہ والدین کی بدنامی کا سبب نہیں بنا۔

(۳۲)...... آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے شبِ معراج کو جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ کی جزاء اس کے دس گنا ملتی ہے اور قرضِ حسن کا بدلہ اس کے اٹھارہ گنا زیادہ ملتا ہے میں نے جبرائیل سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ قرض کی فضیلت صدقے سے بھی زیادہ ہے انہوں نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات سائل کے پاس کچھ ہوتا ہے مگر پھر بھی وہ صدقہ کا سوال کرتا ہے جبکہ قرض مانگنے والا اسی وقت قرض مانگتا ہے جبکہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو (لہٰذا قرض صدقہ سے افضل ہے) (ابن ماجہ)

(۳۳)...... حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے (شبِ معراج میں) اپنی امت کے چھوٹے

بڑے تمام اعمال کے اجر پیش کئے گئے حتیٰ کہ مسجد سے تنکا نکالنے والے شخص کا اجر بھی پیش کیا گیا، اور تمام امت کے گناہ بھی پیش کئے گئے ان میں سے سب سے بڑا گناہ یہ تھا کہ کسی شخص نے قرآن مجید کی کوئی سورۃ یا آیت یاد کرنے کے بعد بھلا دی ہو (ترمذی)

(۳۴)......آپ ﷺ نے فرمایا کہ شبِ معراج میں میں نے عرش کے نیچے ستر شہر دیکھے جن میں سے ہر شہر تمہارے شہروں سے ستر گنا بڑا تھا، وہ شہر فرشتوں سے بھرے ہوئے تھے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کررہے تھے اور اپنی تسبیح میں یہ بھی کہہ رہے تھے ''اے اللہ جو جمعہ کی نماز میں حاضر ہوا سے بخش دے، اے اللہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اسے بخش دے'' (قرطبی)

(۳۵)......آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شبِ معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو آپ نے فرمایا اے محمد (ﷺ) میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا اور انہیں یہ بتانا کہ جنت کی مٹی بہت اچھی اور اس کا پانی بڑا میٹھا ہے لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کی شجرکاری ''**سبحان اللہ، الحمدللہ، لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اور لاحول ولاقوۃ الاباللہ**'' کلمات کا پڑھنا ہے (ترمذی)

(۳۶)...... نبی کریم ﷺ کے شیطان اور اس کے وساوس سے محفوظ ہونے کے باوجود وہ شبِ معراج میں آپ کے سامنے آتا تو حضور ﷺ اسے استعاذہ (**اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم**) کے ذریعہ ہٹاتے تھے (تحفۃ الاحوذی)

(۳۷)......حضور اقدس ﷺ نے شبِ معراج میں آسمانوں پر یہ تسبیح سنی ''**سبحان العلی الأعلی سبحانہ وتعالیٰ**'' (بیہقی)

(۳۸)...... نبی کریم ﷺ نے شبِ معراج میں آسمان پر اذان سنی (تفسیر قرطبی)

(۳۹)......حضور اقدس ﷺ نے فرمایا میں شبِ معراج میں ملائکہ کی جس بھی جماعت کے پاس سے گزرا اس نے یہ ضرور کہا کہ اے محمد آپ پچھنے ضرور لگوایا کریں اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اپنی امت کو پچھنے لگوانے کا حکم دیجئے۔

(۴۰)......شبِ معراج میں حضور اقدس ﷺ کے سامنے شراب اور دودھ کے دو پیالے پیش کئے گئے تو آپ نے دودھ کا پیالہ لے لیا، اس پر جبرائیل نے فرمایا تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے آپ کو فطرت کی طرف رہنمائی فرمائی، اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہوجاتی (مسلم)

(۴۱)......سفرِ معراج میں آپ ﷺ ایک وادی کے پاس آئے جس میں بہترین خوشبو تھی اس میں کستوری کی خوشبو کے ساتھ آواز بھی آرہی تھی آپ نے جبرائیل سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ جنت کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے اے میرے رب اہل اور جن کا تونے مجھ سے وعدہ کیا ہے مجھے عطا فرما کیونکہ میرے باغات، باریک وموٹی ریشم، میری عمدگی، میرے موتی، میرا سونا، چاندی، میرے آبخورے، بڑے پیالے، میرے چھاگل، پھل، شہد، پانی، دودھ، اور شراب کی تعداد ومقدار بہت بڑھ چکی ہے لہٰذا جن کا تونے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ مجھے عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے لئے ہر مسلم ومسلمہ اور ہر مومن ومومنہ اور ہر وہ شخص رہے جس نے مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لایا اور نیک اعمال کئے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا اور نہ ہی میرے علاوہ کسی کو میرے برابر ٹھہرایا، وہ امن میں رہے اور جس نے مجھ سے مانگا میں نے اسے دیا اور جس نے مجھ پر توکل کیا میں اس کو کافی ہوگیا میں ہی معبود ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے وعدے کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، یقیناً مومن کامیاب ہوئے اور صاحبِ برکت ہے جو بہترین خالق ہے جنت نے کہا کہ میں راضی ہوگئی (سیرۃ المصطفیٰ)

(۴۲)......حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ شبِ معراج میں میرا گزر جنت میں ایک ایسی نہر پر ہوا جس کے کنارے پر مَرجان کے قبے بنے ہوئے تھے ان میں سے یہ آواز آئی ''**السلام علیک یارسول اللہ**'' میں نے کہا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں جبرائیل نے کہا یہ حورعین میں سے کچھ لڑکیاں ہیں جنہوں نے آپ کو سلام کرنے کی اپنے رب سے اجازت مانگی تو رب نے انہیں اجازت دے دی، پھر انہوں نے یہ کہا کہ ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں ہم پر کبھی موت نہ آئے گی، ہم ہمیشہ تروتازہ رہنے والیاں ہیں کبھی باسی نہ ہونگی، ہم راضی رہنے والی ہیں جو کبھی ناراض نہ ہونگی، ہم معزز مَردوں کی بیویاں ہیں (قرطبی)

(۴۳)......آپ ایک ایسی وادی کے پاس آئے جس سے آپ کو بہت ہی بُری آواز سنائی دی آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا یہ کیسی آواز ہے انہوں نے کہا کہ یہ جہنم کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے اے میرے رب مجھے اہل اور جن کا مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ مجھے عطا فرما کیونکہ میرے اندر زنجیروں، طوقوں، شعلوں، گرم پانی، پیپ، اور بدبو کی بہت کثرت ہوچکی ہے اور میری گہرائی بہت نیچے تک پہنچ چکی ہے اور میری گرمی بہت سخت ہوچکی ہے لہٰذا جن کا تونے مجھے سے وعدہ کیا ہے وہ مجھے عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ تیرے لئے ہر مشرک ومشرکہ اور خبیث مرد وعورت ہے اور ہر وہ ظالم ہے جو حساب کے دن پر

ایمان نہیں لاتا، اس نے کہا میں راضی ہوگئی ہوں (سیرۃ المصطفیٰ)

(۴۴)......آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جنت میں اتنے بڑے بڑے پرندے دیکھے گویا وہ بختی اونٹ ہیں حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا یارسول اللہ یہ پرندے تو بڑے موٹے تازے ہیں آپ نے فرمایا اے ابوبکر ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ موٹے تازے ہوں گے اور مجھے امید ہے کہ تم بھی ان میں سے کھاؤ گے (جامع البیان للطبری)

(۴۵)......حضور اقدس ﷺ نے فرمایا میں نے شبِ معراج میں جنت کے اندر ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک لڑکی تھی، میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے جواب مِلا، عمر کا، میں نے اس لڑکی کی طرف دیکھنا چاہا لیکن اے عمر مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی، حضرت عمر یہ سن کر رونے لگے اور کہا یارسول اللہ کیا میں آپ سے بھی غیرت کروں گا (احیاء العلوم)

(۴۶)......حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل جنت میں لے کر گئے تو وہاں میں نے نہایت ہی حسین لڑکی دیکھی جس کے حُسن سے مجھ کو تعجب ہوا میں نے اس سے پوچھا اے لڑکی تو کس کے لئے ہے اس نے کہا میں زید بن حارثہ (آپ کے آزاد کردہ غلام اور خادم) کے لئے ہوں، چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو اس کی بشارت دی (ابنِ ہشام مترجم ج ۱ ص ۲۷۲)

(۴۷)......حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ شبِ معراج میں، میں نے جنت میں (چلنے کی) آہٹ محسوس کی تو میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کیا آواز ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ آپ کے مؤذن بلال کے چلنے کی آواز ہے۔

(۴۸)......آپ جب عرش کے پاس سے گزرے ایسی آواز آرہی تھی جیسے کسی چیز پر کوئی وزن رکھا جائے تو آتی ہے آپ نے جبرائیل سے پوچھا یہ کیسی آواز ہے انہوں نے کہا کہ یہ عرش پر اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کا اثر ہے جس کی وجہ سے سہا جا رہا ہے اور اس سے آواز پیدا ہو رہی ہے (سیرۃ المصطفیٰ)

نقشہ اوقاتِ نماز، سحر و افطار

ادارہ غفران راولپنڈی کی طرف سے دائمی نقشہ اوقات نماز، سحر و افطار (بمع ضروری مسائل) شائع ہو چکا ہے، جو مسجدوں، مدرسوں، دفتروں اور گھروں کے لئے یکساں طور پر مفید ہے، خواہش مند حضرات کتب خانہ ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی سے رابطہ فرمائیں۔

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے مولانا محمد امجد

حضرت ھود علیہ السلام اور قوم عاد (قسط ۱)

حضرت ہود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ و پسندیدہ پیغمبر تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا تھا، آپ قوم عاد ہی کے ایک فرد اوران کے سب سے معزز قبیلہ خلود سے تعلق رکھتے تھے اورعرب نژاد تھے قرآن مجید میں آپ کا ذکر مندجہ ذیل سات جگہ آیا ہے۔

سورہ اعراف آیت نمبر ۶۵۔ سورہ ھود آیت نمبر ۵۰، ۵۳، ۵۸، ۶۰، ۸۹، سورہ الشعراء آیت نمبر ۱۲۴۔

آپ کی قومِ عاد کا ذکر مندرجہ ذیل نو سورتوں میں تفصیلاً ہوا ہے۔ سورہ اعراف۔ سورہ ہود۔ سورہ مومنون، سورہ الشعراء۔ سورہ حم السجدہ، سورہ احقاف، سورہ الذاریات، سورہ القمر، سورہ الحاقہ۔

قرآن مجید کی سورہ ھود آپ ہی کے نام سے موسوم ہے، یہ قرآن مجید کی گیارہویں سورۃ ہے اور گیارہویں بارہویں سپارے میں موجود ہے، اس سورۃ میں کئی انبیاء اوران کی قوموں کے عذاب وسزا اورتباہی کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ اس سورۃ کے پانچویں رکوع میں حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی قوم، قومِ عاد کا تذکرہ ہے۔

گزشتہ وسابقہ اقوام کی شقاوت وبدبختی اوراس کے نتیجے میں ان کی تباہی کے یہ حالات اتنے دردناک وعبرت انگیز ہیں کہ ہمارے آقا حضور نبی کریم ﷺ نے سورہ ہود کے نزول کے بعد ایک موقع پر جبکہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے بالوں میں کچھ سفیدی ظاہر ہونے لگی ارشاد فرمایا ''سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کردیا'' (رواہ الحاکم والترمذی بحوالہ معارف القرآن ج ۴ ص ۵۸۴)

قوم عاد عہد قدیم (پرانے زمانے) کی نہایت ممتاز ومشہور قوم ہے جس کا تذکرہ انسانی تاریخ کے ایک طویل اور لمبے دور کا اہم باب اور حصہ ہے، اس لئے یہاں مختصراً اس قوم کی تاریخ، جغرافیہ اورنام ونسب کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عاد، ارم بن سام بن نوح کی نسل سے تھے، قرآن مجید کی سورہ فجر پارہ نمبر ۳۰ میں ان کو عاد ارم کے نام سے یاد کیا گیا ہے (اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ. اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ) اورسورہ نجم پارہ نمبر ۲۷ میں ان کو عاد اولیٰ کہا گیا ہے (وَاَنَّہٗ اَھْلَکَ عَادَ نِالْاُوْلٰی)

اور عام اصطلاح (عام بول چال) کی رو سے بنو سام سے یہ ہی مراد ہوتے ہیں۔

Idara Ghufran

اصل میں علم الاقوام کے محققین نے اقوام عالم کو اخلاق، عادات، رنگ ونسل اور زبان کے اتحاد وتشابہ کے لحاظ سے چند مختلف قسموں میں تقسیم کیا ہے ان میں سے ایک اہم قسم بنوسام، یا ام سامیہ (سامی اقوام) ہے ان قوموں میں عرب، آرامی، عبرانی، سریانی، کلدانی وغیرہ اقوام شامل ہیں جو سام بن نوح کی نسل سے تھے۔ سام بن نوح کے پانچ بیٹے تھے جن سے نسلیں چلیں پھلیں، پھولیں، مدت دراز میں یہ نسلیں شاخ درشاخ ہوکر مستقل قومیں اور قبیلے بنے، یہی بنوسام یا سامی اقوام کہلاتی ہیں۔ سام کے ایک بیٹے ارمؔ تھے جن کے کئی بیٹوں میں سے ایک کا نام عوضؔ تھا عرب مورخین نے اس عوضؔ کے بیٹے کا نام عادؔ بتلایا ہے اس کی نسل وذریت کا نام مورث اعلیٰ کے نام پر قوم عادؔ یا عاد ارمؔ یا عاد اولیٰ پڑ گیا۔

قوم عاد کا زمانہ

قرآن مجید نے ایک جگہ ان کو عاد ارم (سورہ فجر) اور دوسری جگہ خلفاء قوم نوح قرار دیا ہے **واذکروا اذجعلکم خلفاء من بعد قوم نوح** (سورہ اعراف ۹) (اے عاد کے لوگو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ اس نے تم کو قوم نوح کے بعد اپنی خلافت عطا کی) جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بنوسام کی پہلی ترقی عاد سے شروع ہوتی ہے اور قوم نوح کی بربادی کے بعد عرب میں جو سب سے پہلی مقتدر اور حکمران جماعت ظہور پذیر ہوئی قرآن کی زبان میں اسی کا نام قوم عاد ہے اور اس کا زمانہ کم ازکم دوہزار سال قبل مسیح ہے۔ فرانس کا مشہور مورخ مسیو سیدیو اپنی تاریخ عرب میں لکھتا ہے:

> قبائل بائدہ کے حالات قابل وثوق نہیں زیادہ سے زیادہ یہی معلوم ہوتا ہے بلکہ مفروض ہوسکتا ہے کہ عاد مسیح سے دوہزار برس پہلے مصر وبابل پر قابض تھے اور ان کا نام اس زمانہ میں چوہان یا ہیک سوس (چرواہے بادشاہ) تھا (بحوالہ تاریخ ارض القرآن)

قوم عاد کا مسکن

عرب کے قدیم باشندے افراد وقبائل کی وسعت وکثرت کے لحاظ سے ایک باعظمت وسطوت قوم تھے جو عرب سے نکل کر شام، مصر، اور بابل کی طرف بڑھے اور وہاں انہوں نے زبردست حکومتیں قائم کیں، عرب مورخین ان قدیم قبائل کو امم بائدہ (ہلاک ہونے والی قومیں) یا عرب عاربہ (خالص عرب) کہتے ہیں اور ان کی مختلف جماعتوں کے افراد کو عادؔ، ثمود (عاد ثانیہ)، طسمؔ اور جدیسؔ کہتے ہیں، جبکہ مستشرقین

یورپ ان کا امِ سامیہ (سامی اقوام) نام رکھتے ہیں۔ اس طرح یہ مختلف الفاظ اور نام محض اصطلاحات اورتعبیرات کے فرق پر مبنی ہیں حقیقت سب کی ایک ہے۔ عاد کا مرکزی مقام عرب کے بہترین حصہ یعنی یمن وحضرموت میں سواحل خلیج فارس سے حدود عراق تک تھا (معارف ابن قتیبہ) اور اصل حکومت کا مرکز ملک یمن میں ارض احقاف تھی، لیکن خلیج فارس کے کنارہ کنارہ وہ عراق تک وسعت رکھتے تھے، اس طرح یہ قوم عرب سے عراق اور عراق سے دیگر ممالک میں پھیلی۔

عاد کا دور دراز ملکوں میں جانا قبل از اسلام عربوں میں اس قدر مشہور ومعروف تھا کہ شعراء کی تمثیلات وضرب المثلوں میں بھی اس کا ذکر ہوتا تھا، زمانہ جاہلیت کا ایک شاعر محرز بن مکعبر کہتا ہے۔

حتی انتهی لمباه الجوف ظاهرة مالم ترقبلهم عادو لاارم

ترجمہ: وہ وسط صحرا کے تالاب پر آ کر رکا یہ وہ رفتار تھی جو اس سے پہلے عاد اور ارم بھی نہ چلے

عربوں کی اس نقل مکانی وخانہ بدوشی کا محرک طبعی حالات کے اعتبار سے یہ تھا کہ عرب کا ملک ایک بے آب وگیاہ صحرا ہے جہاں حوصلہ مند قوموں کے لئے ترقی کا کوئی میدان نہیں تھا، ناچار پر جوش قومیں باہر نکل پڑتی تھیں اور قدیم زمانوں میں عرب قبائل کا عرب سے خروج اور اطراف میں نشو رنمائی بارہا ہوا۔

صاحب ارض القرآن لکھتے ہیں:

> عرب کے ملک میں پانی کا دریا نہیں لیکن وہاں انسانوں کا دریا ہے تاریخ نے چار بار اس دریا میں طوفان آتے دیکھا ہے ایک مسیح سے ڈھائی تین ہزار برس پہلے، جب یہاں سے قبائل کا سیلاب موجیں مارتا ہوا بابل، اسیریا، مصر اور فینشیا (کنعان) میں پھیل گیا، اس سیلاب کا زور کم ہو رہا تھا کہ ۱۵۰۰ قبل مسیح میں ایک اور طوفان مدیانی وغیرہ قبائل کا اٹھا اور پاس کے ملکوں میں پھیل گیا لیکن اس کا دائرہ پہلے سے کم تھا، تیسری بار معین، سبائی وغیرہ قبائل اٹھے اور پھیلے لیکن سب سے آخری طوفان جو پہلی صدی ہجری میں مسیح کے چھ سو برس بعد اٹھا (یعنی زمانہ اسلام میں عربوں کی عالمگیر فتوحات) وہ سب سے زیادہ وسیع الاثر تھا جو ایک طرف گنگا کے دھانے سے مل گیا اور دوسری طرف بحر محیط سے (ص ۹۶)

بہرحال مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ عاد کوئی مختصر اور محدود قبیلہ نہ تھا بلکہ وہ ایک عظیم الشان قوم تھی جو دنیا کی قدیم ترین تہذیب کی بانی تھی ایشیا وافریقہ کا بہت بڑا حصہ اس کے زور قوت کی جولانگاہ تھا بڑی

بڑی عظیم الشان عمارتیں ان کی صنعت گری اور انجینئرنگ کا نتیجہ تھیں وہ نہ صرف فوجی وسیاسی طور پر مضبوط ومستحکم تھے بلکہ اپنی افرادی قوت وکثرت اور مویشیوں کی فراوانی اور باغات وزراعت کی بہتات میں بھی سب پر فائق وممتاز تھے جس کا ان آیتوں میں ذکر ہے "وَاتَّقُوا الَّذِیٓ اَمَدَّکُمۡ بِمَا تَعۡلَمُوۡنَ اَمَدَّکُمۡ بِاَنۡعَامٍ وَّبَنِیۡنَ وَجَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ" اور اس ذات سے ڈرو جس نے تم کو وہ چیزیں عنایت کیں جن کو تم جانتے ہو، مواشی، اولاد، باغات اور چشمے۔ وَزَادَکُمۡ فِی الۡخَلۡقِ بَصۜۡطَۃً (اعراف ۹) ترجمہ: اور تم کو خلق میں وسعت عطا کی۔

مادی لحاظ سے اس حد سے بڑھی ہوئی ترقی اور خوشحالی نے اس قوم کو دھوکے میں ڈالا۔ اور وہ تکبر، غرور، ظلم وجور، حق سے انحراف اور انبیاء کی مخالفت پر اتر آئی۔ "فَاَمَّا عَادٌ فَاسۡتَکۡبَرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَقَالُوۡا مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً "، ترجمہ: لیکن عاد نے زمین میں بلا استحقاق غرور کیا اور کہا کہ کون ہم سے زور وقوت میں بڑا ہوا ہے۔

یہ ان کے ظلم وجور ہی کے اطوار تھے کہ اپنے ممالک مقبوضہ میں اکڑتے پھرتے تھے بغیر کسی استحقاق کے کمزور ومفتوح قوموں کو چھیڑتے اور ستاتے تھے اور ہر عہد کے عاد زمین کے ہر قطعہ پر یہی وطیرہ رکھتے ہیں خواہ وہ عہد عتیق کے بنو سام اولیٰ ہوں یا عہد جدید کا انکل سام اور دیگر سامراجی واستعماری قوتیں ہوں لیکن انجام ہمیشہ سے ایسی سب قوموں کا ایک ہی رہا۔ ایک وقت تک اپنا دم خم دکھانا پھر قانون مکافات عمل کا شکار ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جانا۔ آئندہ کے لئے بھی قانون قدرت ہی ہے۔
فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحۡوِیۡلًا (سورہ فاطر آیت ۴۳ پ ۲۲)

کیا دبدبہ نادر کیا شوکت تیموری۔ ہو جاتے ہیں سب غرق دفتر مے ناب آخر (جاری ہے......)

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے

انیس احمد حنیف

صحابیٔ رسول حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ (دوسری و آخری قسط)

مشرکین مکہ کفر کی حالت میں مبتلا رہنے کے باوجود چار حرمت والے مہینوں (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب) میں قتل وقتال کو منع سمجھتے تھے، اس لئے عقبہ بن عامر بن نوفل ''جس نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو ان مہینوں کے گزر جانے کے انتظار میں اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا اور اپنے باپ کے غزوۂ بدر میں قتل کا بدلہ لینے کا منتظر تھا'' آخرکار حرمت والے مہینے گزر گئے، حدودِ حرم سے باہر تنعیم کے مقام پر سولی نصب کر دی گئی اور اعلان کر کے تمام مشرکینِ مکہ کو دعوت دی گئی کہ وہ صحابیٔ رسول کے قتل کا تماشہ دیکھنے کے لئے اکٹھے ہوں ...... وہ دن آ پہنچا جب آسمان نے پہلی بار ایک مسلمان قیدی کی موت کا منظر دیکھنا تھا جب زمین نے پہلی بار کسی مسلمان قیدی کا خون جذب کرنا تھا ...... حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مقتل (قتل کی جگہ) میں لایا گیا تو ہر طرف لوگ ڈھول پیٹ رہے تھے، نعرے لگا رہے تھے، بالکل جشن کا سماں تھا، شیطان اپنی تمام تر مکاریوں کے ساتھ ناچ رہا تھا ...... خبیب قدم بہ قدم اس سولی کے قریب جا رہے تھے، جہاں ان کا خون بہایا جانا تھا آپ رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ جانتے تھے لیکن نہایت اطمینان کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے تمام مجمع کی نگاہیں آپ پر تھیں، عین مقتل (قتل کے مقام) کے درمیان آپ سے پوچھا گیا 'کوئی خواہش ہو تو بتاؤ' پیکرِ ضبط ووفا نے فرمایا ...... ہاں ...... مجھے اتنی مہلت دے دو کہ دو رکعتیں پڑھ لوں ...... اجازت مل گئی ...... آپ نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوئے ...... سلام پھیرا تو فرمایا ...... میں چاہتا تھا کہ نماز لمبی کر دوں ...... لیکن یہ سوچا ...... کہ تم کہو گے ...... شاید ...... موت سے گھبرا کر ...... مہلت لے رہا ہے ...... بہانہ ڈھونڈ رہا ہے ...... (قتل ہونے سے پہلے نماز پڑھنے کا طریقہ سب سے پہلے آپ ہی نے شروع کیا) اس کے بعد آپ نے دعا مانگی ...... اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْھُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا ...... ''اے اللہ انہیں ایک ایک کر کے گن لیجئے ...... پھر ان کو الگ الگ کر کے موت دے دیجئے ...... اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رہنے دیجئے''۔

یہ ایک مظلوم صحابی کی درد بھری دعا تھی جو قبول ہوئی اور ایک سال کے اندر اندر اس کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے کہ جن جن کے لئے بددعا کی تھی وہ انتہائی کسمپرسی کی حالت میں مارے گئے ...... عربوں میں

یہ بات مشہور تھی کہ جب کسی کو بددعا دی جائے اور وہ فوراً زمین پر لیٹ جائے تو بددعا کا اثر نہیں ہوتا حضرت خبیب کی بددعا سے حاضرین اس قدر خوفزدہ ہوئے کہ اکثر پہلو کے بل زمین پر لیٹ گئے بعض ایک دوسرے کے پیچھے چھپنے لگے اور بعض کانوں میں انگلیاں دے کر بھاگنے لگے۔

سولی تیار ہو چکی تھی حضرت خبیب نے شعر پڑھنے شروع کئے جن کا مفہوم یہ تھا......

لوگ گروہ در گروہ میرے گرد جمع ہو گئے ہیں اور اپنے قبیلوں کو بھی اکٹھا کرلیا ہے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی (اس پھانسی کو تماشا سمجھ کر) قریب لے آئے ہیں اور مجھے بھی ایک لمبے اور مضبوط تنے کے قریب (پھانسی دینے کے لئے) کردیا ہے، اے اللہ! میں آپ سے فریاد کرتا ہوں اپنے گھر سے دور ہونے کی، اپنی بے کسی کی اور میری پھانسی کی جگہ کے پاس جو گروہ جمع ہے ان سے ملنے والی مصیبتوں کی، اے عرش والی ذات، میرے خلاف جو عزائم میرے دشمنوں کے ہیں ان پر مجھے صبر کی توفیق دیجئے، انہوں نے مجھے (دکھ دے دے کر) بوٹی بوٹی کر دیا ہے اور میرا کھانا پینا خراب ہو گیا ہے، یہ مجھے کفر (قبول کرنے) کا اختیار دے رہے ہیں حالانکہ (کفر اختیار کرنے سے تو) موت کم درجہ کی چیز اور آسان ہے میری آنکھیں آنسوؤں کے بغیر رو رہی ہیں (میرے اللہ) میں مسلمان ہونے کی حالت میں مارا جاؤں تو کوئی پرواہ نہیں کہ پھانسی میں میری لاش اللہ کی راہ میں کس پہلو پر قتل کی جائے گی یہ مرنا تو اللہ کے لئے ہے اور وہ ذاتِ مقدسہ چاہے تو ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے اعضا کے جوڑ جوڑ پر برکت نازل فرمادے"

آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے کہ آپ کو سولی کے پاس لے جایا گیا اور سولی پر باندھنا شروع کیا آپ نے اپنی زندگی کی آخری دعا کی...... "اے اللہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا اب جو ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کی خبر آپ اپنے رسول ﷺ کو پہنچا دیجئے"۔

عقبہ بن حارث اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے آگے بڑھا لیکن اپنی کم عمری کے باعث ابھی وہ کسی کو قتل کرنے کے قابل نہیں تھا یہ دیکھ کر بنو عبدالدار کا ایک شخص ابو میرہ اس کی مدد کے لئے آگے بڑھا اور خنجر عقبہ کے ہاتھ میں پکڑا کر خود اس کا ہاتھ چلانے لگا یہاں تک کہ خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دئے گئے آپ کی آخری سانسیں چل رہی تھیں کہ مکہ کے جو لوگ بدر میں مارے گئے تھے اُن کے بچوں کو بھی نیزے دے کر آگے بڑھایا گیا کہ تم بھی اپنے باپوں کا انتقام لے لو ایک ایک کر کے تقریباً چالیس بچے آئے اور حضرت

خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کو نیزوں سے چھلنی کر گئے ؎

دار پر بھی تجھی کو پکارے گئے — تیرے عشاق یوں تجھ پہ وارے گئے

قیدِ زنداں میں ہم پابجولاں رہے — تیرے دیدار سے ہم تو ہارے گئے

ہجر چلتا رہا ، کرب بڑھتا رہا — صبر کرتے گئے ، غم سہارے گئے

اپنے پیروں پہ چل آئے مقتل کو ہم — آج اپنے نصیبے سنوارے گئے

اِک ترے عِشق میں اِمتحاں کے لئے — جان! ہم جان سے بھی گزارے گئے

آپ کی آخری دعا بھی قبول کر لی گئی عین اس وقت جب آپ اپنی جان کا نذرانہ پیش کر رہے تھے رحمتِ عالم ﷺ مدینہ منورہ میں اپنے صحابہ کے درمیان رونق افروز تھے کہ یکا یک آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور زبانِ رسالت پر یہ الفاظ جاری ہو گئے:

علیک السلام یا خبیب — علیک السلام یا خبیب

اے خبیب تم پر سلام — اے خبیب تم پر سلام

اور اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا خبیب کو اللہ کے دشمنوں نے قتل کر دیا، یہ جبرئیل علیہ السلام مجھے اس کا سلام پہنچانے آئے ہیں

تِری وفا، تِری چاہت ، تِرا سلام قبول — تِری ادا، تِرے جذبے، تِرا پیام قبول

بِنائے وصلِ دوامی ہے تیرے ہجر کا دور — تِرا لہو، تِری آہیں ، تِرا مقام قبول

آپ نے فرمایا کون ہے جو خبیب کی لاش کو سولی سے اُتار لائے اور جنت کا حقدار بن جائے......حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیک وقت اُٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم یہ کام کریں گے چنانچہ یہ دونوں حضرات چھپتے چھپاتے مکہ پہنچے دیکھا تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش بالکل تر و تازہ تھی اور ابھی تک زخموں سے خون ٹپک رہا تھا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے لاش کو سولی پر سے اتارا اپنے گھوڑے پر رکھا اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کو چل دیئے۔ کفار کو جب اطلاع ہوئی تو انہوں نے آپ دونوں حضرات کا پیچھا کیا جب کفار بالکل سر پر آ پہنچے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے لاش کو زمین پر رکھا اور کفار کو مقابلہ کے لئے للکارا۔ کفار تو آپ کا جذبہ دیکھ کر واپس پلٹ گئے اور ادھر زمین نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو نگل لیا اسی لئے آپ کو بلیع الارضؒ (زمین نگل لینے والا) بھی کہا جاتا ہے۔

بسلسلہ : اصلاحِ معاملہ

مفتی منظور احمد

معالات میں حلال وحرام کا درجہ

شریعت کی اصطلاح میں معاملات سے مراد وہ امور ہیں جن کا تعلق کاروبار، آپس کے باہمی مال کے لین دین اور کسب وکمائی سے ہوتا ہے،

اتنا مال کمانا جس سے انسان اپنی، اپنے اہل وعیال، حاجت مند والدین اوران رشتہ داروں کی ضروریات کو پورا کرسکے جن کا خرچ اس کے ذمہ ہے شرعاً واجب ہے۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ دیگر فرائض کی طرح جائز طریقہ پر حلال مال اور روزی کا تلاش کرنا بھی ایک اہم فریضہ ہے جس کی وضاحت اس حدیث میں کی گئی ہے:

"طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَالْفَرِيْضَةِ" (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۴۲)

"حلال مال کمانا دیگر فرائض (نماز، روزہ وغیرہ) کی ادائیگی کے بعد فرض ہے"

اسی بنا پر حضور اقدس ﷺ نے اپنے آپ کوسوال کی ذلت سے بچانے، اپنے بیوی بچوں اور بوڑھے والدین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اپنے گھر سے طلبِ معاش کے لئے نکلنے والے کواللہ کے راستہ (جہاد) میں نکلنے والا قرار دیا ہے (الترغیب والترہیب ج ۲ص ۵ بحوالہ طبرانی) اور فرمایا ہے کہ دوسرے کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے بہتر ہے کہ انسان اپنی کمر پر لکڑیوں کا گٹھہ ڈھوکر گزارا کرے (ترغیب ج ۲ص ۳ بحوالہ بخاری) اسی فریضہ کی ادائیگی کے لئے کسی جائز پیشے میں دودن مصروف رہنے والے شخص کواللہ تبارک وتعالیٰ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں (ترغیب ج ۲ص ۵ بحوالہ طبرانی) اس مقدس فرض سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جب کوئی شخص دن بھر مصروف رہتا اور شام کوتھکا ماندہ گھر جاتا ہے تواللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے (ترغیب ج ۲ص ۵ بحوالہ طبرانی)

مگر یہ بھی یادرہے کہ جیسے مال کمانا ایک مقدس فریضہ ہے ایسے ہی اس کے لئے جائز اور حلال طریقہ اختیار کرنا اور ناجائز وحرام طریقوں سے بچنا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ حلال طریقے سے مال کمانا بھی ایک نیکی ہے اور دوسری نیکیوں اور برکتوں کا سبب بھی ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کوحلال کھانے کا حکم پہلے دیا اور نیک اعمال کرنے کا بعد میں، آیت ملاحظہ ہو:

"یَاۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْامِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا" (المومنون آیت ۵۲)

اے رسولو! پاکیزہ مال کھاؤ اور نیک اعمال کرو"

جس سے معلوم ہوا کہ حلال مال کھانے کی برکت سے نیک اعمال کا داعیہ اور جذبہ انسان میں پیدا ہوتا ہے اسی حکم پر عمل کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور تربیت سے لوہے کی صنعت اور کھیتی باڑی کا پیشہ اختیار کیا حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں (جیکٹیں) بنا کر فروخت کیا کرتے تھے، حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑھئی کا پیشہ اختیار کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ یا دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائیں، حضرت مریم علیہا السلام نے چرخہ کا تنا شروع کیا اور حضور اقدس ﷺ نے چند قیراط (اُس زمانے کے بہت کم قیمت پیسے) کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرائیں اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے بکریاں چرائیں ہیں (کنز العمال ج ۴ ص ۱۱) حضور اقدس ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں مضاربت کی صورت میں تجارت کی (سیرۃ ابن ہشام ص ۱۸۷) اور حضرت سائب کے ساتھ بعثت سے پہلے شرکت کی صورت میں تجارت کا پیشہ اختیار کیا (ابن ماجہ)

غرض ہر نبی نے روزگار اور معاش کا کوئی نہ کوئی حلال طریقہ اختیار کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بھی وہی حکم دیا جو اپنے انبیاء کو دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

"یَاۤاَیُّهَاالنَّاسُ كُلُوْامِمَّافِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ (بقرة آیت ۱٦۸)

اے لوگو! زمین میں پائی جانے والی حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔

حضور اقدس ﷺ کے نزدیک سب سے پاکیزہ اور بہتر کمائی وہ ہے جو اپنے ہاتھ اور سچی تجارت کے ذریعہ حاصل کی گئی ہو (ترغیب ج ۴ ص ۳ بحوالہ بخاری) ایسے شخص کو آخرت میں کامیابی کی خوشخبری دی گئی ہے جس کی کمائی حلال ہو (ترغیب ج ۴ ص ۱۹ بحوالہ ابن حبان)

حلال مال کما کر اپنے، اپنے بیوی بچوں، اپنے خادم یا کسی اور شخص پر خرچ کرنے کو صدقہ قرار دیا گیا ہے (ترغیب ج ۴ ص ۳ بحوالہ ابن ماجہ) حلال کمائی کی بدولت مال میں برکت پیدا کردی جاتی ہے، انسان بہت سی آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے، ضروریات آسانی سے پوری ہو جاتی ہیں اور سب سے اہم بات یہ کہ انسان

اپنے رب کے دربار میں جو حاجت پیش کرتا ہے اور جو دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتے ہیں اور انسان مستجاب الدعوات (جس کی دعا قبول ہو) بن جاتا ہے (ترغیب ج ۴ ص ۲۰ بحوالہ طبرانی)

اگر کوئی شخص خود کو سوال سے بچانے، اپنے اہل وعیال کے اخراجات کو پورا کرنے اور اپنے پڑوسی کی خبر گیری کے لئے حلال طریقے سے مال ودولت کماتا ہے تو قیامت کے دن جب اٹھے گا تو اس کا چہرہ چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۴۱)

اور آخر یہ حلال رزق کی برکت سے انسان جنت میں داخل ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی سے ہمکنار ہوگا (ترغیب وترہیب ج ۴ ص ۱۹ بحوالہ طبرانی)

جبکہ دوسری طرف حرام طریقے سے مال کمانا بذات خود ایک بڑا گناہ ہے اور بہت سی برائیوں، بے برکتیوں اور نحوستوں اور پریشانیوں کا سبب بنتا ہے اسی لئے حرام طریقے سے مال کمانے اور اسے استعمال کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، قرآن مجید نے حرام مال کھانے کو اپنے پیٹ میں آگ بھرنے کے مترادف قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَأْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (نساء آیت ۱۰)

”بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم اور ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے“

ایک مقام پر باطل اور ناجائز طریقے سے دوسرے کا مال کھانے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ آیت ۱۸۸)

احادیث کی روشنی میں جب کوئی شخص حرام کا ایک لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس کی نحوست سے چالیس دن تک اس کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں کیا جاتا (ترغیب ج ۴ ص ۲۰ بحوالہ طبرانی)

اگر کوئی شخص حرام مال کی ایک قمیض پہن لے تو جب تک اسے اتار نہیں دیتا اس کا کوئی عمل یا نماز قبول نہیں کی جاتی (ترغیب ج ۴ ص ۲۰ بحوالہ بزار) اگر کوئی شخص ناجائز طریقے سے مال کما کر اس سے صلہ رحمی کرتا ہے یا اسے صدقہ کرتا ہے، یا اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو اس تمام مال کو جمع کر کے اس کے ساتھ اس شخص کو جہنم میں پھینکا جائے گا، حرام مال سے بنا ہوا خون اور پلا ہوا گوشت اس لائق نہیں رہتا کہ جنت میں

جائے بلکہ وہ جہنم کا مستحق ہوجاتا ہے (ترغیب ج۴ص ۲۱،۲۵) حرام مال کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ سے اتنا دور ہوجاتا ہے کہ اس کی دعا جیسی عظیم عبادت جسے عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے اسے رد کردیا جاتا ہے چنانچہ اس بات کو حضور اقدس ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ ایک شخص لمبے سفر سے واپس آتا ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں جسم غبار آلود ہوتا ہے وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے ''اے میرے رب، اے میرے رب، اے میرے رب'' حالانکہ اس کا کھانا، پینا، اس کا لباس اور اس کی غذا حرام ہوتی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہو (ترغیب ج۴ص ۱۸ بحوالہ مسلم) جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کہاں سے اور کس طریقے سے اور کس قسم کا مال کمارہا ہے حلال یا حرام؟ اللہ تعالیٰ بھی اس کی پرواہ کئے بغیر اسے دوزخ میں ڈال دیں گے (کنز العمال ج۴ص ۱۶ بحوالہ دیلمی) حضور اقدس ﷺ نے حرام مال کمانے والے پر تعجب اور رشک کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اگر وہ مال کو صدقہ کرے یا خرچ کرے تو وہ قبول نہیں ہوتا، اگر اسے جمع کرکے رکھے تو اس میں برکت نہیں ہوتی اور اگر اسے چھوڑ کر مرجائے تو جہنم کی طرف جانے کے لئے اس کا توشہ بن جاتا ہے (کنز العمال ج۴ص ۱۷ بحوالہ طبرانی)

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کو دین اور احکام دین کی سرے سے پرواہ نہیں، جو لوگ دین کی فکر رکھتے ہیں ان کی فکر صرف نماز، روزے تک محدود ہے، ان میں سے زیادہ تر ایسے ہیں جو معاملات، کاروبار اور لین دین کو دین کا حصہ سمجھتے ہی نہیں، انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ ہم جو معاملات کرتے ہیں وہ احکام شریعت سے مطابقت رکھتے ہیں یا نہیں جو مال ہمارے پیٹ میں جارہا ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ پھر شکوہ یہ ہوتا ہے کہ مال میں برکت نہیں ہوتی ہمارے وسائل کم اور ضروریات بڑھتی جارہی ہیں، دعا کرتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی وغیرہ۔

آپ نے سابقہ تفصیل سے اندازہ لگالیا ہوگا کہ شریعت کی نظر میں حلال مال کمانے اور حلال طریقے سے حاصل کرنے کی کتنی اہمیت ہے اور حرام مال کمانے اور حرام طریقہ اختیار کرنے سے بچنا کتنا ضروری ہے۔

بلکہ معاملہ صرف حلال و حرام تک محدود نہیں بلکہ شریعت تو مسلمانوں کے پیٹ کو ایسے مال سے بھی پاک رکھنا چاہتی ہے جس میں شبہ ہو، چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے ایسے معاملات اور ایسے مال جن کے حلال و حرام ہونے میں شبہ ہو ان سے بھی بچنے کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا کہ: حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے لہٰذا جو شخص ان مشتبہ

چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کرلیا اور جس نے مشتبہ چیزوں کا ارتکاب کرلیا اس کے بارے میں حرام میں پڑ جانے کا خطرہ ہے، جیسے کوئی چرواہا کسی کی مخصوص چراگاہ کے قریب بکریاں چرانے لگے تو خطرہ ہے کہ بکریاں اس چراگاہ میں چلی جائیں، یاد رکھو ہر بادشاہ کی کوئی نہ کوئی مخصوص چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں (ان سے دُور رہو) (ترغیب ج ۴ ص ۲۵ بحوالہ بخاری)

اسی وجہ سے ہر وہ معاملہ جس کے ناجائز ہونے کے بارے میں دل کے اندر کھٹک ہو اور لوگوں کے اس پر مطلع ہونے کو انسان ناپسند کرتا ہو اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے (ترغیب ج ۴ ص ۲۶ بحوالہ مسلم) ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ایک صحابی کو نیکی اور برائی کا معیار یہ بتایا کہ ہر معاملہ کے بارے میں اپنے دل سے پوچھ لو اگر دل اس پر مطمئن ہوجائے تو وہ معاملہ صحیح ہے اور اگر تمہارا دل مطمئن نہ ہو تو اگرچہ لوگ تمہیں اس کے بارے میں فتوے دیتے رہیں وہ گناہ اور برائی ہے (ترغیب ج ۴ ص ۲۷ بحوالہ مسند احمد) اس لئے آپ نے فرمایا کہ وہ معاملہ جو تمہیں شک وشبہ میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ معاملہ اختیار کرو جس کے بارے میں تمہیں شک نہ ہو (ترغیب ج ۴ ص ۲۷ بحوالہ ترمذی)

اس لئے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ جب بھی وہ کوئی معاملہ کرنے لگے تو پہلے اس کے بارے میں یہ تحقیق کرلے کہ یہ حلال ہے یا حرام اگر خود کو معلوم نہ ہو تو کسی علم والے کی طرف رجوع کرے کہ یہ معاملہ جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہو تو اسے اختیار کرے اور اگر ناجائز و حرام ہو تو اس سے بچنا ضروری ہے اور اگر ایسا معاملہ ہے جس کے حلال یا حرام ہونے میں اشتباہ اور شک ہے تو تقویٰ اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے بھی بچنے کا اہتمام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے معاملات صاف اور درست رکھنے کی توفیق اور فکر عطا فرمائیں (آمین)

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

آج کل بعض لوگوں میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا رواج اور فیشن ہوگیا ہے، کھڑے ہوکر بلا عذر پیشاب کرنا سنت کے خلاف اور گناہ ہے، مسلمان کی شان یہ ہے کہ بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ پیشاب کرے اور پیشاب کی چھینٹوں سے اپنی حفاظت کرے، البتہ کوئی عذر ہو مثلاً یہ کہ کسی وقت بیٹھنے کی کوئی مناسب جگہ میسر نہیں، یا کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے بیٹھنا مشکل ہے تو پھر کھڑے ہر کر پیشاب کرنے کی بھی اجازت ہوگی۔ مگر اس کو فیشن بنالینا صحیح نہیں۔

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں

حافظ محمد ناصر

دعا کی اہمیت اور ضرورت

دعا کرنا بہت بڑی عبادت ہے، بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ ''دعا عبادت کا مغز ہے'' (ترمذی) جو بندہ جتنی زیادہ دعائیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کو اتنا ہی زیادہ پسند فرماتے ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ ''جو بندہ دعا نہیں کرتا تو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہے'' (ترمذی)

دعا کرنے سے اپنے مقاصد اور ارادوں میں کامیابی بھی حاصل ہوتی ہے اور دعا کرنا عبادت بھی ہے اور دعا والا وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے، پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ انسان صرف تنگی اور ضرورت کے وقت ہی دعا کرے بلکہ غمی ہو یا خوشی، تنگی ہو یا خوشحالی ایک مسلمان کو ہر وقت دعائیں مانگتے رہنا چاہئے، ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص مصائب اور تنگیوں کے وقت اپنی دعائیں قبول کرانا چاہے تو اسے چاہئے کہ خوشحالی اور خوشی و مسرت کے موقعے پر بھی کثرت سے دعائیں کیا کرے (جامع الاصول بحوالہ ترمذی)

دراصل مسلمان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا محتاج ہے، اگر بندہ خوشحالی میں ہے تب بھی آنے والے کل کے وقت کا بندے کو علم نہیں، شاید آنے والا کل جو تکلیفوں اور مصیبتوں پر مشتمل تھا دعاؤں کی برکت سے ان تکلیفوں اور مصیبتوں سے حفاظت ہو جائے کیونکہ دعا کے قبول ہونے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اس کے نتیجہ میں آنے والی بلائیں اور مصیبتیں دور کر دی جاتی ہیں پھر دنیا کی تکلیفیں اور مصیبتیں تو عارضی ہیں ایک مسلمان کے لئے تو مرنے کے بعد کی دائمی اور ہمیشہ والی زندگی یعنی آخرت کے مصائب اور عذابات سے بچنے کا سامان ہی اصل مقصد ہے،

لہٰذا دعا ایک ایسی عبادت اور ضرورت ہے جس کا ہر مسلمان ہر وقت محتاج ہے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ سہولت بھی عطاء فرمادی ہے کہ دعا خواہ دنیا کی راحت اور سکون حاصل کرنے کے لئے کی جائے، اور خواہ آخرت کے راحت اور سکون کے لئے، ہر طرح کی دعا عبادت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے، بشرطیکہ کسی ناجائز اور گناہ کے کام کی دعا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے ایمان والے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا'' (سورہ المؤمن آیت ۶۰)

Idara Ghufran

اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین رکھتے ہوئے دعا کرنی چاہئے ، کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی ، البتہ دعا کے قبول ہونے کی مختلف صورتیں اور شکلیں ہیں، لہٰذا ان میں سے ہر صورت کو دعا کا قبول ہونا ہی سمجھنا چاہئے ، چنانچہ بعض اوقات تو وہی چیز مل جاتی ہے جو مانگی گئی تھی ، اور بعض اوقات وہ چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں بندے کے لئے دنیا یا آخرت کے اعتبار سے زیادہ مفید نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ بندے کو اس سے زیادہ بہتر چیز دنیا یا آخرت میں عطا فرمادیتے ہیں، اور بعض اوقات آنے والی مصیبت اس دعا کی برکت سے ٹل جاتی ہیں۔

دعا کرنے کے بہت سے آداب ہیں مثلاً قبلے کی طرف رخ کر کے، ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے ، اور دعا سے پہلے اور آخر میں درود شریف اور ہو سکے تو سورہ فاتحہ پڑھی جائے لیکن اگر بندے کو ان آداب کی رعایت کرنا کسی وجہ سے مشکل ہو تو جیسے دعا کرنا آسان ہو ویسے ہی بندہ دعا کرلے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نفلی عبادات میں اپنے بندوں کی خاص سہولت اور آسانی کا لحاظ رکھا ہے۔

اسی طرح دعا چونکہ ایک نفلی عبادت ہے اور نفلی عبادت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندے کے درمیان ایک خاص تعلق کا ذریعہ بنایا ہے، اس لئے نفلی عبادت کے بارے میں اسلام کی رہنمائی یہ ہے کہ اسے پوشیدہ طریقے پر اور جتنا ممکن ہو مخلوق سے چھپا کر کرنا چاہئے ، اور ویسے بھی دعا مانگنے اور کرنے کا کام ہے، صرف پڑھنے اور طوطے کی طرح الفاظ رٹنے کا نام نہیں۔

لہٰذا دعا کرنے اور پڑھنے میں فرق کرنا چاہئے اسی طرح دعا کرنے والے کی توجہ اور خیال کسی اور طرف ہو تو یہ بھی دعا کے آداب کے خلاف ہے، اس لئے توجہ اور ذہن کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر کے اور یہ سمجھ کر دعا کرنی چاہئے کہ میں اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگ رہا ہوں، آہستہ آواز سے اخلاص اور توجہ کے ساتھ کی جانے والی دعا کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

”اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ“ (سورہ اعراف آیت ۵۵)

یعنی اپنے رب کو عاجزی اور پوشیدہ طریقے پر پکارو ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسلسلہ : آداب المعاشرت انتخاب:مفتی محمد رضوان

عورتوں کا بلاضرورتِ شرعی گھر سے باہر نکلنا موجودہ معاشرہ کا سنگین مسئلہ

(ماخوذ از بہشتی زیور بتسہیل واضافہ)

(آج کل) برادری کی عورتیں کئی تقریبوں (اور فنکشنوں) میں جمع ہوتی ہیں .... یہ سب ناجائز ہے۔ تقریبوں (اور فنکشنوں) کے علاوہ یوں بھی جب کبھی (دل اور) جی چاہا کہ فلانی کو بہت دن ہوئے نہیں دیکھا بس جھٹ ڈولی (رکشہ یا ٹیکسی وغیرہ) منگائی اور روانہ ہوگئیں۔ یا کوئی بیمار ہوا اس کو دیکھنے گئیں۔ کہیں کوئی خوشی (مثلاً شادی یا بچہ کی ولادت وغیرہ) ہوئی وہاں مبارکباد دینے جا پہنچیں (یا کوئی فوت ہوا تو وہاں جا پہنچیں) بعض (عورتیں) ایسی آزاد ہوتی ہیں کہ بے ڈولی (اور رکشہ ٹیکسی) منگائے بھی رات کو (خود ہی) چل دیتی ہیں، بس رات ہوئی اور سیر (وتفریح) کی سوجھی یہ تو اور بھی بُرا ہے، اور اگر چاندنی رات ہوئی تو اور بھی بے حیائی ہے (اور آج کل تو رات کو ویسے ہی بجلی کی روشنی ہوتی ہے خصوصاً شہروں وغیرہ میں)

غرضیکہ عورتوں کو اپنے گھر سے نکلنا اور کہیں جانا آنا بوجہ بہت سی خرابیوں کے کسی طرح درست نہیں۔ بس (شریعت کی طرف سے) اتنی اجازت ہے کہ کبھی کبھی (شرعی پردے کے ساتھ) اپنے ماں باپ کو دیکھنے چلی جایا کریں۔ اسی طرح ماں باپ کے سوا اور اپنے محرم رشتہ داروں کو دیکھنے جانا بھی درست ہے مگر سال بھر میں فقط ایک آدھ دفعہ۔ بس اس کے سوا اور کہیں بے احتیاطی سے جانا جس طرح (آجکل کا) دستور ہے جائز نہیں، نہ رشتہ دار کے یہاں نہ کسی اور کے یہاں، نہ بیاہ شادی (اور منگنی وغیرہ) میں، نہ غمی (اور فوتگی وغیرہ) میں، نہ بیمار پُرسی میں نہ مبارکباد دینے کو، نہ بَری (اور) برات (وغیرہ) کے موقع پر، بلکہ (شادی) بیاہ برات وغیرہ میں جب کسی تقریب کی وجہ سے محفل اور مجمع ہو تو اپنے محرم رشتہ دار کے گھر جانا بھی درست نہیں (کیونکہ اس قسم کی تقریبوں میں آج کل بے شمار خرافات ہیں) اگر (ایسی محفلوں اور مجمعوں میں) شوہر کی اجازت سے گئی تو وہ بھی گنہگار رہوا اور یہ بھی گنہگار ہوئی۔ افسوس کہ اس حکم پر ہندوستان (وپاکستان) بھر میں کہیں عمل نہیں بلکہ اس کو تو ناجائز ہی نہیں سمجھتے بلکہ جائز خیال کرر کھا ہے۔ حالانکہ اسی کی بدولت یہ ساری خرابیاں ہیں۔ غرضیکہ اب معلوم ہو جانے کے بعد بالکل چھوڑ دینا چاہئے اور توبہ کرنا چاہئے (یہ شریعت کا حکم ہے)

(بہشتی زیور چھٹا حصہ ص ۱۶۔ تقریبوں میں عورتوں کے جانے اور جمع ہونے کا بیان)

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ مفتی محمد رضوان

پریشان کُن خیالات ووساوِس اور اُن کا علاج (قسط ۵)

وسوسوں کے مریضوں کو نفس وشیطان یہ بات سمجھا تا ہے کہ ان کے تقاضوں پر عمل کرنا (جبکہ ان کا ظاہر اچھا ہو جیسا کہ پاکی ، ناپاکی ، وضو، غسل وغیرہ سے متعلق وسوسے) یا وسوسوں کی آمد کو روکنے کی جستجو وتدبیر کرنا (جبکہ ان کا ظاہر برا ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ، اور نبوت ورسالت یا دین وشریعت کے خلاف وسوسے) یہ دین وشریعت کا تقاضا ہے اور اس کی خلاف ورزی سے ، ایمان یا عمل میں بگاڑ پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

اور پھر اس مفروضہ کے نتیجہ میں جو مصائب ومسائل اور مفاسد پیدا ہوتے ہیں وہ انسان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں ، وسوسوں کا مرض بڑھتے بڑھتے انسان کو وہمی اور شکی بنا دیتا ہے اور پھر انسان وہمی اور شکی مزاج بن کر مالیخولیا (Melancholia) کا اچھا خاصا مریض بن جاتا ہے۔

غرضیکہ وہم اور وسوسوں کا مریض اپنے وہم اور وسوسوں کے تقاضے پورے کرنے یا ان سے نجات پانے کی جدوجہد کرنے کو دین بلکہ تقویٰ خیال کرتا ہے ، چنانچہ جن لوگوں کو پاکی ناپاکی اور وضو، غسل وغیرہ میں بار بار بلاوجہ کا شک وشبہ اور وہم ہوتا ہے وہ بار بار پاکی ، وضو اور غسل وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں ، اور سمجھتے ہیں کہ اس سے وضو، غسل وغیرہ کی حفاظت ہوتی ہے اور ہر قسم کے شک وشبہ سے وضو اور غسل پاک وصاف ہو جاتا ہے ، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ہرگز بھی وسوسوں اور اس قسم کے شکوک وشبہات کے تقاضوں پر عمل کرنے سے کسی عمل کی حفاظت نہیں ہوتی بلکہ یہ اعمال اور کھٹائی میں پڑ جاتے ہیں کیونکہ وسوسوں کی خاصیت یہ ہے کہ جب ان کے تقاضوں پر ایک مرتبہ عمل کیا جاتا ہے تو تقاضہ میں ترقی اور اضافہ ہو جاتا ہے اور جب تک وسوسوں کے تقاضوں پر عمل کیا جاتا رہے ، ان تقاضوں میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے ، کبھی بھی اور کسی مرحلہ پر جا کر بھی تقاضہ کی تعداد عمل سے کم نہیں ہوتی ، جتنا بھی عمل کیا جاتا ہے اس کے مقابلہ میں وسوسوں کے تقاضہ کا مطالبہ زیادہ ہی رہتا ہے ، اور وضو اور غسل وغیرہ کی حفاظت کے بجائے ان چیزوں کا ضیاع وجود میں آتا ہے ، اسی طرح جن لوگوں کو توحید ورسالت ، قبر وآخرت ، جنت دوزخ ، نبوت ورسالت ، تقدیر یا کسی بھی دینی عمل کے خلاف وسوسے آتے ہیں وہ ان کو اپنے ایمان وعمل کے لئے نقصان

دہ سمجھتے ہیں، اور اس قسم کے وسوسوں سے بچنے، بچانے کی سعی وکوشش، جدوجہد اور بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور ان چیزوں کو اپنے عقیدہ، ایمان وعمل کی حفاظت کا ذریعہ خیال کرتے ہیں، مگر اسی کے ساتھ نہ صرف یہ کہ ان کی تشویش اور پریشانی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے بلکہ ساتھ ہی الٹے ایمان میں بھی دراڑیں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں، لیکن اگر شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا جائے اور ان وسوسوں کی طرف بالکل توجہ ہی نہ کی جائے اور ان کے بجائے اپنے آپ کو کسی ضروری اور اہم کام میں مشغول رکھا جائے تو ان سب پریشانیوں سے نجات حاصل ہو جائے، اور کسی طرح بھی ایمان وعمل میں نقصان وفساد پیدا نہ ہو اور نہ ہی انسان کے معمولات وضروریات میں خلل پیدا ہو، اور زندگی بھی سکون وعافیت کے ساتھ گزرے۔

(جاری ہے............)

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مَسِیحُ الاُمَّت (قسط ۸)

(بنام حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے اور ترتیب دینے کی کوشش کی ہے، جو افادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ'' میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں۔ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۱۳) (۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ)

عرض: مخدومی ومعظمی حضرت اقدس دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ .

ارشاد: مکرم زید مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ.

عرض: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بندہ مع اہل خانہ بعافیت ہے۔

ارشاد: خیریت معلوم ہوکر دل باعشرت ہوا۔ غریب خانہ قیصر ہوا، بندہ بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت ہے

عرض: احقر کے معمولاتِ نافلہ مختصر ہیں۔

ارشاد: اب یہ مختصر ہی قیصر ہیں کہ حالتِ علالت اور ضعف میں قلیل عمل، کثیر عمل سے ثواب اور قرب میں کم نہیں بلکہ بفضل مُضاعف ہیں بثواب صبر علالت نہ رنج کا ہونا بمعرفتِ ذاتِ حق تعالیٰ۔

عرض: البتہ الحمدللہ اخلاق کے باب میں اپنے دو رذائل (بدنگاہی اور کبر) سے اجتناب کی توفیق مدت سے حاصل ہے، ان رذائل سے قلب میں بے حد نفور محسوس کرتا ہوں۔

ارشاد: جڑ فساد کی ختم بتوفیقہٖ تعالیٰ قوتِ شہویہ اور قوتِ غضبیہ جڑ گئی، شاخیں گئیں۔

عرض: اللہ تعالیٰ دیگر اخلاقِ ذمیمہ سے بھی پاک صاف کردے۔

ارشاد: پاک وصاف رہیں۔

عرض: اور اخلاق حمیدہ عطا فرمائے۔

ارشاد: حمیدہ بملکہ رہیں بتوفیقہٖ تعالیٰ۔

☒ **عرض:** الحمدللہ تعالیٰ غصہ، حسد، لالچ وغیرہ کا بھی اپنے اندر مظاہرہ نہیں پاتا ہوں، اس میں بندہ کا کوئی کمال نہیں بلکہ ایسے مواقع ہی پیش نہیں آتے کہ کسی پر غصہ کروں یا حسد کروں۔ لیکن جب انفاق فی سبیل اللہ کا موقع آتا ہے تو مال خرچ کرنے میں قلب پر گرانی محسوس کرتا ہوں اس سے خیال ہوتا ہے کہ مال کی محبت ہے، حضرت دعا فرمادیں کہ حبِّ مال اور حبِّ دنیا کے تقاضوں پر عمل نہ کروں۔

ارشاد: عمل ہی کہاں ہے جبکہ بحق وجوبِ زکوٰۃ، فطرہ، قربانی اور حقوقِ واجبہ انفاقِ اہل وعیال ادا ہیں، اور حلال طیب پر نظر، حرام کیا بلکہ مشتبہات سے بھی قطع نظر، پھر حبِّ مال وحبِّ دنیا کہاں اور مقامِ احسان بمروت ومستحسنات وہ تو حالات ذاتی ومتعلقین کے حقوق میں تنگی کے احتمال سے طبعی تنگی ہونا یہ احتیاط ہے نہ کہ حبِّ مال وحبِّ دنیا۔ توبہ توبہ۔

☒ **عرض:** میری بیٹی خاتون سلمہا کے لئے خاص طور سے دعا کردیں، اس کو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائیں

ارشاد: آمین اللہ تعالیٰ صحت باسکون سے نوازیں۔

☒ **عرض:** بندہ کی اہلیہ کی صحت وتندرستی اور حسنِ خاتمہ کی دعا کردیں۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ تاحیات باسکون استقامت سے نوازیں۔

☒ **عرض:** اللہ تعالیٰ وھاں (ہندوستان) کے تمام مسلمانوں کے دین وایمان، جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت فرمائے، اللہ تعالیٰ حضرت کو مع جملہ متعلقین ومنتسبین اور مدرسہ کے اساتذہ وطلباء وخدام کی نصرت واعانت وصیانت فرمائے۔ آمین۔ آپ کا خادم احقر محمد عشرت علی خان قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

❖ طلبہ کو اصول وقواعد کا پابند بنانا ضروری ہے

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

''اکثر عربی مدرسوں میں طلبہ کی خواہش ومذاق اور کثرتِ تعداد کے مقابلہ میں اصول وقواعد کی پرواہ کم کی جاتی ہے، اس سے بھی مفاسد پرورش پاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ طلبہ کو قواعد کا پابند بنایا جائے۔ خواہ اِن کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہوجائے۔ کام کے دو چار نا کارہ سو دو سو سے افضل ہیں'' (تحفۃ العلماء ج ا ص ۸۴ بحوالہ حقوق العلم ص ۸۹، وتجدید تعلیم ص ۱۲۸)

ملاحظہ فرمایئے! کہ اکثر عربی مدرسوں میں طلبہ کی خواہش اوران کے مذاق اور تعداد کی زیادتی کو اصول وقواعد کی پابندی کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں بہت سے مفاسد جنم لیتے ہیں، چنانچہ جن مدارس میں طلبہ کی تعداد کی کثرت پر نظر ہوتی ہے، وہاں طلبہ میں آزادی زیادہ نظر آتی ہے، وہ اپنی من مانی اور من چاہی زندگی گزارتے ہیں، ذمہ دار اور بڑے حضرات کو یہ شکایت رہتی ہے کہ اتنی بڑی تعداد کو قابو کرنا ہمارے بس کی بات نہیں، کس کس کو کن کن خرابیوں سے روکا جائے، اور کہاں تک نگرانی کی جائے، بعض ذمہ دار اور نگران حضرات چند دن نگرانی اور باز پرس کرتے ہیں، مگر بالآخر تنگ آکر وہ بھی اس ذمہ داری سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں، لیکن یہ بات کبھی بھی اہلِ مدرسہ کو فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ آخرت کی کامیابی اور نجات کا دارومدار طلبہ کی تعداد کی کثرت پر نہیں، بلکہ ان کی اصلاح اور تربیت پر ہے، اور جب طلبہ کی اصلاح وتربیت ہی نہ ہوگی تو پھر تعداد کے زیادہ ہونے سے کیا حاصل ہوگا؟ بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ اس طرح طلبہ کی کثرت آخرت میں پکڑ اور مؤاخذہ کا سبب نہ بن جائے۔

جب طلبہ کی تعداد زیادہ ہوتی ہے تو پھر ان کی خواہشات اور مزاج ومزاق کی رعایت کی سوجھتی ہے، کیونکہ اس کی خلاف ورزی کی صورت میں ڈر ہوتا ہے کہ کہیں طلبہ کی تعداد کم نہ ہوجائے، اور طلبہ بھاگ نہ جائیں یا پھر یہ طلبہ آپس میں مل کر مہتمم یا شوریٰ کے خلاف ہڑتال واسٹرائک نہ کردیں۔

اور تجربہ ومشاہدہ ہے کہ طلبہ کو اصول وقواعد کا پابند بنائے بغیر طلبہ کی اصلاح وتربیت ہونا مشکل ہے۔ لہٰذا طلبہ کی اصلاح وتربیت (جس پر کہ آخرت کی نجات وکامیابی موقوف ہے) کے لئے اصول وقواعد کا تقرر

ضروری ہوا، پھر اصول وقواعد کی پابندی کے نتیجہ میں طلبہ کی تعداد کم ہو یا زیادہ اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کیونکہ دو چار کام کے طلبہ کا وجود سینکڑوں ناکام طلبہ کی تعداد سے افضل ہے۔

افسوس! کہ اکثر اہل مدارس نے آج اس مقدس اصول کو چھوڑ دیا جس کے نتیجہ میں طلبہ وعلماء کا تشخص اور ان کے قول وفعل کا تقدس بھی پامال ہوگیا، اور عوام کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوکر رہ گئے۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اصلاح وتربیت اور اصول وقواعد کی پابندی کے مقابلہ میں طلبہ کی تعداد پر نظر رکھنا اخلاص کے خلاف ہے، اور اخلاص کے بغیر کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں۔

قرآن مجید کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک

حق تعالیٰ نے ہم کو قرآن جیسی نعمت دی، لیکن مسلمانوں نے اس سے مختلف قسم کے کام لئے، بعض لوگوں نے تو اس کو جلد بندھوا کر عمدہ جزدان (یعنی غلاف) میں لپیٹ کر طاق پر رکھ دیا، جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ طاقِ نسیان پر پہنچ جاتا ہے، جس کام کے لئے قرآن اترا تھا اس کا تو کیا ذکر، کبھی کھول کر بھی دیکھنے کی نوبت نہیں آتی ہاں بس اونچے طاق پر عزت کے ساتھ رکھا ہوا ہے اور اس کو قرآن کا بڑا احترام سمجھتے ہیں (وعظ جلاء القلوب معروف بہ جام جمشید ص ۳۶ تا ۴۰)

تراویح اور وتر باجماعت پڑھ لینے کے بعد عید کے چاند کا اعلان ہوا

تراویح اور وتر باجماعت رمضان کے مہینہ کے ساتھ خاص ہے، رمضان کے علاوہ دوسرے زمانہ میں تراویح کی نماز اور وتر باجماعت پڑھنا منع ہیں، لیکن اگر ۲۹ شعبان کا دن گزرنے کے بعد عید کا چاند نظر آنے کا فیصلہ نہیں ہوا، یہاں تک کہ لوگوں نے باجماعت تراویح اور وتر ادا کر لئے بعد میں عید کا چاند نظر آنے کا فیصلہ اور اعلان ہوا، تو اس صورت میں وتر وغیرہ لوٹانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ جو وتر کی نماز باجماعت پڑھی گئی وہ ادا ہوگئی اور کیونکہ اس صورت میں رمضان کا مہینہ سمجھ کر وتر باجماعت پڑھے گئے اس لئے امید ہے کہ باجماعت پڑھنے کا گناہ بھی نہیں ہوگا۔ یہ تفصیل اس لئے عرض کی گئی کہ بعض حضرات ایسے موقع پر وتر کی نماز باجماعت پڑھی ہوئی کو غیر معتبر قرار دے کر دوبارہ وتر پڑھنے کا حکم لگاتے ہیں اور لوگوں کو خواہ مخواہ کی تشویش میں مبتلا کرتے ہیں۔

علم کے مینار مولانا عبدالسلام

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امام محمد رحمہ اللہ فقہ حنفی کے مدون و ترجمان (قسط ۱)

امام محمد بن الحسن بن الفرقد الشیبانی ۱۳۲ھ ۷۵۰ء میں عراق کے شہر واسط میں پیدا ہوئے جو کوفہ اور بصرہ کے درمیان واقع ہے (کوفہ و بصرہ کے وسط میں واقع ہونے کی وجہ سے یہ شہر اس نام سے موسوم ہوا) واسط آپ کا اصلی وطن نہ تھا آپ کے والد صاحب تجارت وغیرہ کسی ضرورت سے یہاں آئے تھے، اصل قیام ان کا دمشق کے مضافات میں تھا، شیبانی کی نسبت قبیلہ بنوشیبان کی طرف ہے آپ کے جدامجد بنوشیبان جو کہ خالص عربی النسل قبیلہ تھا، کے موالیوں میں سے تھے کچھ عرصہ بعد آپ کے والد کوفہ منتقل ہوئے، یہیں امام محمد کی پرورش ہوئی اور یہیں آپ نے تعلیم کا آغاز کیا، کوفہ اسلامی علوم کا اہم ترین مرکز تھا خصوصاً علم حدیث اور فقہ کا مجمع البحرین تھا برخلاف بعض دیگر شہروں کے جو صرف علم روایت الحدیث میں ممتاز تھے۔ یہ شہر خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابتداً فوجی چھاؤنی کی حیثیت سے بسایا تھا رفتہ رفتہ، صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد یہاں آ کر آباد ہوئی جن کی تعداد بعض محققین نے ایک ہزار پانچ سو بتائی ہے اس تعداد میں وہ صحابہ شامل نہیں جو عارضی طور پر کوفہ میں قیام پذیر ہوئے پھر کہیں اور منتقل ہوگئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی تعلیم کے لئے سب سے بڑے فقیہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور اہل کوفہ سے فرمایا ''اٰثَرْتُکُمْ بِعَبْدِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِی'' ''کہ میں نے اپنے اوپر تم لوگوں کو ترجیح دے کر عبداللہ کو تمہارے پاس بھیجا'' مطلب یہ کہ ابن مسعود کے علم کی دارالخلافہ میں امور سلطنت کی بجاآوری کے لئے ہمیں زیادہ ضرورت تھی، حضرت ابن مسعود آخر عمر تک کوفہ میں مقیم رہے اور اس شہر کو علم حدیث اور علم فقہ سے بھر دیا آپ کی تعلیم و تربیت سے جو علماء تیار ہوئے ان کی تعداد چار ہزار تک ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا تو وہاں علوم کی گرم بازاری دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا ''رَحِمَ اللّٰہُ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ قَدْ مَلَاءَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃَ عِلْمًا'' کہ اللہ تعالیٰ ابن مسعود پر رحمت نازل فرمائے آپ نے یہ شہر علم سے بھر دیا۔ حضرت رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری سے کوفہ کا علمی پایہ مزید بلند ہوگیا اور دارالخلافہ بن جانے کی وجہ سے تمدن و سیاست میں بھی ممتاز ہوگیا، حضرت مسروق تابعی رحمہ اللہ کے

بقول تمام صحابہ کے علوم چھ صحابہ میں جمع تھے(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۴) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (۵) حضرت ابوالدرداء (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود اوران چھ کے علوم دوحضرات پر ختم تھے ،حضرت ابن مسعود اورحضرت علی رضی اللہ عنہم پراوران دونوں کا فیض کوفہ میں پھیلا۔

حضرت انس بن سیرین رحمہ اللہ سے منقول ہے ''**اتیت الکوفة فوجدت بمعا اربعة الاف یطلبون الحدیث واربع مائة قد فق**'' کہ میں کوفہ آیا یہاں میں نے علم حدیث کے چار ہزار طلباء پائے جن میں سے چار سو فقاہت میں بھی ممتاز مقام حاصل کر چکے تھے۔

ابن مسعود رحمہ اللہ کے شاگردوں میں حضرت علقمہ،اور حضرت اسود رحمہما اللہ بہت سر برآورہ اور بلند مقام کے حامل ہیں۔حضرت علقمہ اور حضرت اسود کے علوم کے وارث وامین حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت عامر شعبی رحمہما اللہ ہیں،ابراہیم نخعی اور عامر شعبی رحمہما اللہ دونوں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ واستاد تھے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تیسرے خصوصی استاد حضرت حماد بن سلیمان رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے دوسرے مشائخ کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے بھی خصوصی استفادہ کیا حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ،حضرت حماد رحمہ اللہ کی بہت صحبت اٹھائی اوران کے بعدان کی مسند درس کے وارث بنے ،امام ابوحنیفہ اپنے شیخ حضرت حماد کا اتنا ادب واحترام کرتے تھے کہ کبھی آپ کے مکان کی طرف پاؤں بھی نہیں پھیلاتے تھے حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ سے نیچے یہ تقریباً چار لڑیاں ہوگئیں (۱) علقمہ واسود۔(۲) ابراہیم نخعی (۳) حماد (۴) ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہم اللہ تعالیٰ

اہل علم نے سلفاً وخلفاً اس سلسلۂ سند کو''سلسلۃ الذہب''یعنی سونے کی لڑی کا نام دیا ہے۔اس لڑی کا ہر فرد حدیث وفقہ کے افق پر آفتاب ہدایت بن کر چمکا اور دنیائے اسلام ان کی ضیا پاشیوں سے جگمگا اٹھی۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ ممتاز مقام رکھتے ہیں یہ دونوں حضرات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علوم ومعارف کے امین اور آپ کی فقہ کو مدون ومرتب کرنے والے اوراس کے شارح وترجمان تھے۔اس طرح ''احکام شریعت'' کی وسیع بنیادوں پر ترجمانی اور قرآن وحدیث سے شرعی اصولوں کا استنباط اور نئے نئے مسائل کے حل کے لئے قرآن وسنت سے استدلال واجتہاد کا جو عمل ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا تھا امام محمد پر آکر اس کی تکمیل ہوگئی۔

Idara Ghufran

نسل در نسل ان بزرگوں کی خدمات اور تدوین فقہ کے تدریجی وارتقائی عمل کا یوں تجزیہ کیا گیا ہے:

الفقه زرعه عبدالله بن مسعود رضی الله عنه وسقاه علقمه وحصده ابراهيم النخعی وداسه حماد وطحنه ابوحنيفه وعجنه ابويوسف وخبزه محمد فسائر الناس يأكلون من خبزه.

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فقہ کی کھیتی کی (بیج بویا) علقمہ رحمہ اللہ نے اس کو سینچا۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے پکنے پر اس کو کاٹا، حماد نے اس کو گاہا (دانہ بھوسہ الگ کیا) ابوحنیفہ رحمہ اللہ عنہ اس کو پیسا، ابویوسف رحمہ اللہ نے اس کو گوندھا، امام محمد رحمہ اللہ نے اس کی روٹی پکائی اور سارے لوگ اس کو کھا رہے ہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ ۱۴۶ھ میں جبکہ آپ ابھی چودہ سال کے تھے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے، چند سال آپ کو امام سے استفادہ کا موقعہ ملا، ۱۵۰ء میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ دنیا سے دار بقا کو سدھار گئے۔ ابھی امام محمد کے علوم کی تکمیل نہیں ہوئی تھی تب امام صاحب کی منشاء وخواہش کے مطابق آپ نے امام ابویوسف سے مزید استفادہ کیا جو امام صاحب کے لائق جانشین اور آپ کے علوم کے امین تھے۔

اس کے علاوہ جن ائمہ وقت کو آپ نے اپنا استاد ورہبر بنایا اور ان کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ تہہ کیے ان میں سے چند مشاہیر یہ ہیں (۱) مسعر بن کدام رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۳) (۲) حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۱) (۳) حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۷) (۴) حضرت ابن جریج رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۰) (۵) خصوصاً امام دار الہجرۃ حضرت امام مالک بن انس علیہ الرحمہ سے حدیث کی مشہور کتاب موطاء امام مالک کی سماعت واجازت کے لئے آپ نے حجاز کا سفر کیا، امام سے موطأ کتاب کی سماعت کر کے پھر اپنی روایت سے اسے نقل کیا جو "موطا امام محمد" کے نام سے آج بھی ممتاز مقام رکھتی ہے اور وفاق المدارس العربیہ کے درس نظامی کے نصاب میں شامل درس ہے،

حضرت امام محمد رحمہ اللہ کا سب سے بڑا کارنامہ جس نے رہتی دنیا تک کے لئے ان کو منارۂ نور بنادیا اور بلا قید زمان ومکان نسل در نسل مسلمانوں کی گردنیں ان کی بارگاہ علم میں جھک گئیں خصوصاً علماء وفقہاء کے دلوں کی آپ دھڑکن بن گئے وہ فقہ حنفی کی کتابی شکل میں تدوین وتصنیف ہے۔ اس سلسلہ میں آپ

نے چھ کتب ترتیب دیں جن کو ''ظاہر الروایۃ'' اور ''کتب الاصول'' کہا جاتا ہے اور جو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فقہ کی انسائیکلوپیڈیا ہیں وہ کتب یہ ہیں (۱) جامع الصغیر (۲) جامع الکبیر (۳) سیر الصغیر (۴) سیر الکبیر (۵) زیادات (٦) المبسوط

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ اپنے مشہور منظوم رسالہ شرح عقود رسم المفتی میں لکھتے ہیں:

کتب ظاھر الروایۃ اتت ستا وبالاصول ایضا سمیت

اور ظاہر الروایہ کی کتابیں تعداد میں چھ ہیں جن کو کتب اصول بھی کہا جاتا ہے

صنفھا محمدبن الشیبانی حرر فیھا مذھب النعمانی

امام محمد شیبانی نے یہ تصنیف کی ہیں اور ابوحنیفہ نعمان کے مذہب کو ان میں عمدہ طور پر بیان کیا ہے

الجامع الصغیر والکبیر السیر الصغیر والکبیر

جامع صغیر اور جامع الکبیر اور سیر صغیر اور سیر کبیر ہیں

ثم الزیادات مع المبسوط تواترت بالسند المضبوط

پھر زیادات اور مبسوط ہیں یہ مضبوط سند تواتر کے ساتھ مروی ہیں

ان میں سے المبسوط جس کو کتاب الاصل بھی کہا جاتا ہے۔ امام محمد کی سب سے بڑی اور اہم ترین تصنیف ہے اس کا مطالعہ کرنے سے امام محمد کے تبحر علمی اور فقہ میں ان کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے مبسوط کی بہت مبسوط و مفصل شرح فقہاء متاخرین کے طبقہ کے جلیل القدر حنفی فقیہ امام سرخسی علیہ الرحمہ نے لکھی اور وہ اتنی مشہور ہوئی کہ مبسوط کا نام ہی مبسوط للسرخسی پڑ گیا جس سے بعض کو یہ مغالطہ لگ جاتا ہے کہ یہ امام سرخسی کی مستقل تصنیف ہے۔

اس مبسوط کتاب کا ایک مشہور قصہ یہ ہے کہ اس کا مطالعہ کر کے ایک عیسائی محقق مسلمان ہو گیا تھا اور اپنا یہ تاثر نقل کیا ''**ھذا کتاب محمد کم الاصغر فکیف کتاب محمد کم الکبیر**'' (مقدمہ مبسوط ج ۱) کہ یہ تمہارے چھوٹے محمد (امتی) کی کتاب ہے، تو کیا شان ہوگی اے مسلمانوں تمہارے بڑے محمد (ﷺ) کی کتاب (قرآن) کی۔ (جاری..........)

✦✦✦✦✦✦✦✦✦

Idara Ghufran

تذکرۂ اولیاء

مولوی طارق محمود

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

''اَقضَی العَرَب'' قاضی شریح رحمہ اللہ (قسط ۱)

قاضی شریح رحمہ اللہ کی ولادت حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں ہوگئی تھی، آپ یمن میں پیدا ہوئے تھے، جب جزیرۃ العرب میں اسلام کا سورج طلوع ہوا اور اس کی شعاعیں یمن تک پہنچیں، تو قاضی شریح کا شمار ان اولین انسانوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حضور ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور اسلام لائے، لیکن حضور ﷺ کی زیارت نہ کرسکے (شریعت کی اصطلاح میں ایسے حضرات کو ''مُخضر مین'' کہا جاتا ہے جنہوں نے بحالتِ اسلام حضور ﷺ کا زمانہ پایا ہو لیکن آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے ہوں) مؤرخین لکھتے ہیں اگر قاضی شریح حضور ﷺ کی زیارت کرلیتے اور آپکی صحبت میں رہ لیتے تو آپ کا شمار اکابر (بڑے) صحابہ میں ہوتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ مدینہ منورہ تشریف لائے، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت ہی میں ''قاضی'' کے عہدے پر فائز ہوئے، ان کے ''قاضی'' کے عہدے پر فائز ہونے کا واقعہ بھی عجیب ہے:

حضرت شریح کے قاضی بننے کا واقعہ

ایک قاضی کے لئے جن اوصاف اور صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ ساری کی ساری ان میں موجود تھیں، اسی لئے اکثر لوگ (باضابطہ قاضی کے عہدہ پر فائز ہونے سے پہلے بھی) ان کو اپنے معاملات میں ''حَکَم'' اور ''ثالث'' بناتے تھے اور اپنا فیصلہ انہیں سے کراتے تھے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے، وہ خود فرماتے ہیں، کہ ایک مرتبہ میں نے کسی دیہاتی سے گھوڑا خریدا اور اس کی قیمت بھی نقد ادا کردی، جب میں سوار ہوکر اپنے مقصد کے لئے روانہ ہوا تو کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد گھوڑا آگے چلنے سے معذور ہوگیا اور اس کا وہ عیب ظاہر ہوگیا جو عام طور پر ناقص گھوڑوں میں ہوتا ہے، واپس ہونے کے بعد اس دیہاتی کو طلب کیا اور گھوڑا اس کے حوالے کرکے اپنی رقم طلب کی، اس دیہاتی نے رقم واپس

دینے اور گھوڑا واپس لینے سے انکار کردیا، اور کہنے لگا کہ امیر المؤمنین میں نے تو اپنا گھوڑا آپ کو صحیح اور تندرست حالت میں فروخت کیا تھا اور فروخت کرنے کے بعد میں کسی عیب یا نقصان کا ذمہ دار نہیں ہوں، بات بڑھ گئی، آخر دونوں نے کسی تیسرے آدمی کو "حَکَم" بنانے کا فیصلہ کیا، دیہاتی نے حضرت شریح رحمہ اللہ کا نام لیا، پھر دونوں عام انسانوں کی طرح ان کے پاس حاضر ہوئے۔

حضرت قاضی شریح نے دونوں کی بات سن کر کہا، امیر المؤمنین ! کیا آپ نے اس دیہاتی سے گھوڑا صحیح حالت میں خریدا تھا ؟ انہوں نے کہا جی ہاں ! حضرت شریح نے کہا تو پھر آپ اپنی خرید شدہ چیز رکھ لیں یا اس دیہاتی کو وہی چیز واپس کردیں جس حالت میں آپ نے خریدی ہے؟ (یعنی صحیح وتندرست حالت میں) سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت شریح پر ایک حیرت زدہ نظر ڈالی اور فرمایا "وَهَلِ الْقَضَاءُ اِلَّا هٰكَذَا ،قَوْلٌ فَيْصَلٌ وَحَكَمٌ عَدْلٌ " یعنی "فیصلے تو ایسے ہوا ہی کرتے ہیں، پکی بات سچا حَکَم" اس واقعہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح رحمہ اللہ کو معاملہ فہمی اور دانش مندی پر کوفہ (عراق) کا قاضی مقرر کیا اور خلافتِ راشدہ سے قضاءت کی سند دے کر رخصت کیا۔

یہ ان کے قاضی کے عہدے پر فائز ہونے کا پہلا دن تھا آپ نے عدالت کی ذمہ داریوں کو جس امانت ودیانت، تقویٰ وطہارت، اور عدل وانصاف سے پورا کیا دنیا کی عدالت کی تاریخ میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، آپ نے عمر بھی طویل پائی، اس میں ساٹھ سال تک بغیر وقفہ کے قاضی کے عہدے سے وابستہ رہے، چنانچہ آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کے علاوہ بنوامیہ کے دورِ حکومت میں بھی قاضی کے عہدے پر فائز رہے، لیکن بدنام زمانہ امیر حجاج بن یوسف کے دورِ حکومت میں اس منصب سے از خود مستعفی ہوگئے تھے۔

ان کے معاملہ فہمی اور عجیب وغریب فیصلوں کے واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں، ان سب کا احاطہ تو اس وقت مختصر تحریر میں ممکن نہیں، البتہ ان میں سے چند واقعات نقل کئے جاتے ہیں:

قاضی شریح کا امیر المؤمنین کے خلاف جرأت مندانہ فیصلہ

□...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک مرتبہ جنگی ڈھال گم ہوگئی تھی، جو قیمتی ہونے کے علاوہ انہیں بہت

پسند بھی تھی اور کچھ دنوں کے بعد انہوں نے دیکھا کہ کوفہ کے بازار میں ایک یہودی اس کو فروخت کر رہا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس یہودی سے وہ ڈھال طلب کی اور فرمایا کہ یہ ڈھال تو میری ہے اور فلاں دن فلاں مقام پر میری اونٹنی سے گر گئی تھی پھر نہیں مل سکی؟ یہودی نے کہا امیر المؤمنین یہ ڈھال تو میری ہے اور عرصے سے میرے قبضہ میں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں نے یہ ڈھال نہ کسی کو فروخت کی ہے اور نہ کسی کو ہدیہ دی ہے، پھر تیرے قبضہ میں کیسے آ گئی؟

یہودی مطمئن نہ ہوا اور اپنی ملکیت کا دعوی کرتا رہا آخر کار اس نے کہا امیر المؤمنین اگر آپ اس دعویٰ میں سچے ہیں تو میں عدالت سے رجوع کرتا ہوں، یہودی کا یہ خیال تھا کہ قاضی شریح غیر مسلموں کی رورعایت کر کے میری تائید کر دیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے، دونوں قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے، قاضی شریح نے کہا! امیر المؤمنین آپ کا کیا دعویٰ ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری یہ قیمتی ڈھال فلاں رات فلاں مقام پر گم ہو گئی تھی، کچھ دنوں کے بعد میں نے بازار میں دیکھا کہ یہ شخص اس کو فروخت کر رہا ہے، میں نے اس سے کہا کہ یہ ڈھال میری ہے لیکن یہ مسلسل انکار کر رہا ہے، جب میں نے یہ اپنی ڈھال نہ کسی کو فروخت کی ہے اور نہ کسی کو ہدیہ دی ہے تو پھر یہ ڈھال اس کی ملکیت میں کیسے آ گئی؟

قاضی شریح نے یہودی سے امیر المؤمنین کے اس دعویٰ کا جواب طلب فرمایا، اس نے کہا کہ عالی جناب میں امیر المؤمنین کو جھوٹا تو قرار نہیں دیتا، البتہ یہ ڈھال میری ہے اور کافی عرصہ سے میرے پاس ہے۔

قاضی شریح امیر المؤمنین کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ یقیناً آپ سچے ہیں اور یہ ڈھال آپ کی ہے، ہم آپ کو جھوٹا نہیں قرار دیتے، لیکن آپ کو مدعی ہونے کی وجہ سے بہر حال عدالت کے ضابطے کی رو سے اپنی ملکیت ثابت کرنے کے لئے دو گواہ پیش کرنے ہونگے، جو آپ کے دعویٰ کی تصدیق کرتے ہوں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام جس کا نام قنبر تھا اور اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا کہ یہ دو حضرات میرے حق میں گواہی دیں گے۔

قاضی شریح نے کہا کہ امیر المؤمنین قنبر کی شہادت تو قبول کر لی جائے گی لیکن آپ کے صاحبزادے کی گواہی آپ کے حق میں قبول نہیں ہوگی، کیونکہ ہمارے قانونِ عدالت میں بیٹے کی باپ کے حق میں گواہی قبول نہیں کی جاتی، کوئی اور گواہ پیش کیجئے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ! ایسے شخص کی گواہی

قبول نہیں کی جا رہی جو جنتی ہے، کیا آپ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نہیں سنا ''اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّةِ (الحدیث) یعنی ''حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں''
قاضی شریح نے کہا کہ بے شک میں نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے (یہ سب اپنی جگہ برحق ہے) لیکن امیر المؤمنین میں دنیا کے عدالتی قانون میں بیٹے کی باپ کے حق میں گواہی صحیح نہیں سمجھتا، لہٰذا کوئی دوسرا گواہ پیش کیجئے؟

اس موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مقابل یہودی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے یہودی میری یہ ڈھال لے لے میرے پاس کوئی دوسرا گواہ نہیں ہے۔
یہودی نے قاضی شریح کا یہ اسلامی کردار اور امیر المؤمنین کا یہ عظیم ایثار دیکھا تو اونچی آواز سے کہنے لگا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ جس دین کا یہ تقاضا ہے وہ دین حق اور سچ ہے''۔ پھر یہودی نے کلمۂ شہادت پڑھا اور عدالت میں اپنے اسلام کا اعلان کیا۔
اس کے بعد قاضی شریح سے کہنے لگا یہ ڈھال حقیقتاً امیر المؤمنین ہی کی ہے جب یہ جنگِ صفین کا معرکہ طے کرنے جا رہے تھے اس لشکر میں، میں بھی شریک تھا، راستے میں یہ ڈھال گر گئی تھی رات کے اندھیرے میں میں نے اس کو اٹھا لیا، میری نیت خراب تھی اب میں یہ ڈھال امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جب یہ دیکھا کہ حق بات واضح ہوگئی ہے تو یہودی سے فرمایا تو بھی سچا اور تیری بات بھی سچی مگر اب میں نے یہ ڈھال تجھ کو معاف کر دی اور مزید یہ کہ یہ گھوڑا بھی میں تجھ کو ہدیہ کرتا ہوں۔

قاضی شریح رحمہ اللہ کا اپنے بیٹے کے خلاف فیصلہ

❑......ایک مرتبہ قاضی شریح کے بیٹے نے کہا کہ ابا جان میرا ایک قوم کے ساتھ ایک پرانا جھگڑا چل رہا ہے وہ اپنے حق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور میں اپنے حق ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں، میں آپ سے باپ ہونے کے ناتے سے مشورہ کرتا ہوں کہ اگر میرا مطالبہ سچا ہو تو میں آپ کی عدالت میں دعویٰ کروں تا کہ سرکاری طور پر بھی میرے حق میں فیصلہ ہو جائے اور اگر ان لوگوں کا مطالبہ سچا ہو تو میں ان سے ''کچھ لو کچھ دو'' کے تحت مصالحت کر لوں، صاحبزادے نے جھگڑے کی پوری تفصیل سنائی، قاضی شریح رحمہ اللہ نے پورا واقعہ سنا اور اپنے بیٹے کو عدالت میں مقدمہ کرنے کا مشورہ دیا۔

صاحبزادہ خوشی خوشی دوسرے فریق کے پاس گیا اور ان سے اپنا حق طلب کیا، لیکن ان لوگوں نے اس مرتبہ بھی پہلے کی طرح انکار کردیا، اس پر صاحبزادے نے عدالت میں مقدمہ کرنے کی دھمکی دی جو دوسرے فریق نے قبول کر لی، دوسرے دن قاضی کی عدالت میں دونوں کا مقدمہ پیش ہوا، قاضی صاحب نے دونوں کی تفصیل سن کر بیٹے کے خلاف فیصلہ دیا، صاحبزادہ عدالت کے کمرے ہی میں رو پڑا، گھر آ کر کہا ابا جان! آپ نے آج مجھے بری طرح رسوا کر دیا میں قوم میں سر اٹھانے کے قابل نہیں رہا آپ سے مشورہ تو اس لئے کیا تھا کہ عدالت سے رجوع کروں یا ویسے ہی مصالحت کرلوں؟ آپ نے خود ہی عدالت میں رجوع کرنے کا مشورہ دیا اور پھر میرے ہی خلاف فیصلہ دے دیا، یہی اچھا تھا کہ آپ مجھے عدالت سے رجوع کا مشورہ نہ دیتے؟

قاضی شریح نے فرمایا بیٹا! یہ تو حقیقت ہے کہ تم میرے نزدیک دوسرے لوگوں سے زیادہ عزیز ہو لیکن اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بھی زیادہ عزیز تر ہیں، سنو! جب تم نے مجھے گھر میں اپنے جھگڑے کی تفصیل سنائی اسی وقت مجھے احساس ہو گیا تھا کہ تمہارا فریق حق پر ہے اور تم ان سے ناجائز طلب کر رہے ہو، جو تمہارے لئے حلال نہیں، اس لئے میں نے تمہیں عدالت سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا تا کہ اہلِ حق کو ان کا پورا حق مل جائے اور تم مالِ حرام سے محفوظ ہو جاؤ، مصالحت میں بھی اگر تم کو مال ملتا وہ بھی بہر حال تمہارے لئے ناجائز ہی ہوتا، اب بتاؤ کیا میں نے تم پر ظلم کیا ہے یا رحم کیا ہے؟ صاحبزادے شرمندہ ہو گئے اور باپ کے احسان کو دل سے تسلیم اور قبول کیا۔

اپنے بیٹے کو جیل خانہ میں قید کرنے کا فیصلہ

❑......ایک مرتبہ ان کے اسی صاحبزادے نے کسی مجرم کی کفالت (ذمہ داری اور ضمانت) قبول کر لی تھی اور قاضی شریح نے ان کی کفالت (وضمانت) کو منظور کر لیا تھا اور مجرم کو جیل سے خارج کر دیا تھا، کچھ عرصہ بعد وہ مجرم فرار ہو گیا، قاضی شریح نے صاحبزادے کی گرفتاری کا حکم دے دیا اور مجرم کے ملنے تک جیل میں بند کر دیا، ہر روز صبح شام اپنے گھر سے صاحبزادے کے لئے کھانا لے جاتے اور کھلا کر واپس آ جاتے، چند دن اسی حالت میں گذر گئے آخر مجرم مل گیا تو صاحبزادے کو جیل سے رہائی ملی۔

(جاری............)

پیارے بچو! ابو ریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

چھوٹوں اور کمزوروں پر زیادتی نہ کیجئے

پیارے بچو! جانوروں کی یہ عادت ہے کہ ان میں سے طاقت ور کمزور پر، صحت مند بیمار پر اور بڑا چھوٹے پر اور جوان بوڑھے پر اپنا زور چلاتا ہے اور جب بھی موقع ہاتھ آتا ہے دوسرے کو نقصان پہنچانے اور اس کو دبانے سے باز نہیں آتا، یہ تو جانوروں کی عادت وخصلت ہوئی، مگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور سمجھ دی ہے، اور بڑے چھوٹوں کے سارے حقوق بھی بتلا دیئے ہیں، مسلمانوں کا دین کمزوروں پر ظلم کرنا نہیں سکھاتا بلکہ ان پر رحم اور نرمی کرنے کا سبق دیتا ہے، چھوٹوں پر زیادتی کرنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ان کے ساتھ محبت اور پیار کرنے کا درس دیتا ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بچوں میں اس چیز کی بہت کمی پائی جاتی ہے، ہر بچہ کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کا جس پر بس چلتا ہے اسے ہر طرح سے اپنے ظلم وستم کا نشانہ بناتا ہے۔

اسی طرح ایک بچہ جس کا نام گڈو تھا وہ دوسرے بچوں کو اور خاص طور پر اپنے سے چھوٹے بچوں کو بہت ستاتا تھا، اسے جب بھی موقع ملتا وہ بہکا پھسلا کر یا زور زبردستی کر کے دوسرے بچہ سے اس کے پیسے اپنے قابو میں کر لیا کرتا تھا، اگر دوسرے بچے کے پاس کوئی چیز دیکھتا تو طرح طرح کے بہانے کر کے اس کی چیز اس سے لے کر خود رکھ لیا اور استعمال کر لیا کرتا تھا، اور اس کی کوشش ہوتی تھی کہ ہر اچھی چیز پر اسے قبضہ حاصل ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے، ننے منے بھائی بہن کی بھی پرواہ نہیں کیا کرتا تھا، گھر میں جو چیز آتی اس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ خود سب سے زیادہ قابو کرے اور دوسرے کا حصہ بھی خود ہی لے لے، اس کا دل اتنا سخت ہو چکا تھا کہ اسے نہ دوسرے بہن، بھائی کا بھوکا رہنا محسوس ہوتا تھا، اور نہ ہی کسی دوسرے کا رونا دھونا...... گڈو کے ایک استاد جو اس کو اسکول میں پڑھاتے تھے وہ بڑے نیک اور شریف آدمی تھے، وہ بھی گڈو کی ان حرکتوں اور شرارتوں سے واقف تھے، وہ گڈو کو سمجھاتے کہ بیٹا دوسروں پر ظلم وستم کرنا اور ان کے ساتھ زیادتی کرنا اچھی بات نہیں ہوتی، اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی دے دیتے ہیں اور ظلم وزیادتی کرنے والے کو بعض اوقات دنیا ہی میں معذور بنا دیتے ہیں، مگر گڈو کو یہ باتیں سمجھ نہیں آتی تھیں۔

Idara Ghufran

وقت گزرتا گیا، ایک دن ایسا ہوا کہ گڈو کسی بچہ کے ہاتھ میں پیسے دیکھ کر اسے بہکا کر چیز لینے کے لئے دوکان پر چلا گیا...... گڈو نے اس بچے کو تو تھوڑی بہت چیز دلوا کر اور اسے تسلی دے کر اس کے گھر بھیج دیا اور خود چوری چھپے سے اس بچے کے پیسے قابو میں کر کے پتنگ خریدنے کے لئے ایک قریبی دوکان پر پہنچ گیا اور وہاں سے ایک پتنگ اور ساتھ میں ڈور خرید کر اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا اور پتنگ اڑانا شروع کر دی، ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اچانک دوسری طرف سے ایک لوہے کی تار والی پتنگ کی ڈور آئی اور گڈو کے جسم سے ٹکرا کر زوردار دھماکہ ہوا، اور اچانک گڈو تیسری منزل کی چھت سے دوسری منزل کے شیڈ پر دھڑام سے آ کر گرا، اب گڈو کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے اور کہاں نہیں، کیونکہ وہ بے ہوش ہو چکا تھا دراصل وہ پتنگ والی لوہے کی تار سڑک کے بجلی کے تار سے ٹکرا کر آ رہی تھی، جس میں شدید کرنٹ تھا، گڈو کے جسم کے مختلف حصوں سے خون بہنا شروع ہو گیا تھا، لیکن کسی کو بھی خبر نہیں تھی کہ اس وقت گڈو کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور وہ کس حال میں ہے، تھوڑی دیر بعد گڈو کے گھر والوں کو خیال آیا کہ گڈو چھت پر کافی دیر سے چڑھا ہوا ہے، اور وہاں سے واپس بھی نہیں آیا اور کوئی آواز وغیرہ بھی اس کی نہیں آ رہی، گھر والوں کو جب فکر پیدا ہوئی، تو گڈو کی ماں چھت پر گئی کہ گڈو کا حال چال معلوم کرے، مگر جب گڈو کو چھت پر نہیں پایا تو فکر پیدا ہوئی دائیں بائیں نظر ڈالی تو بھی گڈو کا کوئی نام و نشان نہ تھا جب گڈو کی ماں نے چھت سے شیڈ کی طرف جھانک کر دیکھا تو گڈو کی ماں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، کیونکہ شید پر گڈو خون میں لت پت بے ہوش پڑا ہوا تھا، گڈو کی والدہ نے زور زور سے چیخیں مارنا شروع کیں، ماں کی آواز سن کر گھر کے دوسرے افراد اوپر پہنچے، اور کسی طرح گڈو کو وہاں سے زخمی حالت میں اٹھا کر ہسپتال میں لے گئے، وہاں لے جا کر مختلف ٹیسٹ وغیرہ کرانے کے بعد معلوم ہوا کہ گڈو کے جسم کے مختلف حصوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں ہیں اور دماغ پر بھی کافی چوٹ آئی ہے، ڈاکٹروں کے مطابق گڈو کے بولنے اور دیکھنے کی صلاحیت ختم ہو چکی تھی، کئی مہینوں تک گڈو کا ہسپتال میں علاج جاری رہا، بالآخر ضروری علاج و معالجہ کے بعد گڈو کی ہسپتال سے چھٹی کر دی گئی، اب گڈو نہ تو اپنی آنکھوں سے کسی کو دیکھ سکتا تھا اور نہ زبان سے کوئی بات کر سکتا تھا اور چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گیا تھا، کیونکہ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی جس کا علاج ممکن نہیں تھا، اب گڈو دل ہی دل میں اپنی بے چارگی پر روتا اور افسوس کرتا تھا اور دوسرے بچے جن جن پر وہ پہلے ظلم وستم کرتا تھا جب ان کو بولتا، کھیلتا اور بھاگتا ہوا دیکھتا تو اپنے ظلم وستم کے واقعات کو یاد کر کے سوچتا تھا کہ

اسکول کے استاذ بالکل ٹھیک کہتے تھے، اگر میں ان کی بات پر عمل کرلیتا اور دوسروں کے ساتھ ظلم وزیادتی نہ کرتا تو شاید آج میں بھی دوسروں کی طرح ہنستا، بولتا، کھیلتا اور چلتا پھرتا ہوا نظر آتا، مگر بچو! یہ بات یاد رکھو کہ سوچنے اور اپنے آپ کو ٹھیک کرنے کا وقت سزا ملنے سے پہلے ہوتا ہے، بعد میں افسوس کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا ہے، اس لئے پیارے بچو تمہیں چاہئے کہ دوسروں سے نرمی، محبت اور ہمدردی وخیر خواہی کا برتاؤ کرو، دوسروں کے حقوق کا خیال رکھو، ان کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔

رزق میں وسعت اور قرض کی ادائیگی کا عمل

اگر کسی شخص پر قرض ہو اور کوشش کے باوجود ادائیگی کا انتظام نہ ہو رہا ہو، یا رزق میں تنگی ہو تو اسے چاہئے کہ گناہوں سے توبہ کے ساتھ مندرجہ ذیل آیت کو فرض نمازوں اور ان کی سنتوں سے فراغت کے بعد اور نفل نمازوں کے بعد اور اسی طرح سوتے وقت جتنا ہو سکے کثرت سے پڑھا کرے، اس سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے روزی میں وسعت نصیب ہوگی اور مال میں ترقی ہوگی اور تنگدستی دور ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ آیت یہ ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورہ آل عمران آیت ٢٧ پارہ ٣ رکوع ١١)

بزمِ خواتین مولانا محمد امجد

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

نامور خواتینِ اسلام

معزز خواتین! پچھلی بزم میں ذکر چل پڑا تھا بعض نامور مسلم خواتین کا جنہوں نے امت کو یگانہ روزگار سپوت فراہم کئے، اس سے یہ نہ فرض کرلیا جائے کہ ایسی خواتین بس دو چار ہوں گی، ہرگز نہیں صرف تاریخ کے اوراق کی ہی ورق گردانی کی جائے تو ہزاروں کی تعداد تک ان کا شمار پہنچا ہوا ہے اور تاریخ میں جن کے حالات اجمالاً یا تفصیلاً محفوظ ہو چکے ہیں ان کی تعداد اس مجموعی تعداد کی بنسبت آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں جن کے تفصیلی حالات تاریخ میں محفوظ نہیں ہو سکے۔

اس سے پہلے آپ بعض خواتین اسلام کا تذکرہ ملاحظہ فرما چکی ہیں، آج کی بزم میں مزید بعض نامور مسلم خواتین کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

☆...... لیجئے یہ تاریخ اسلام کی جانی پہچانی شخصیت اور عربی ادب کی روح رواں خنساؔء شاعرہ ہیں، جو اپنے چار بیٹوں کے ساتھ کفر و اسلام کے تاریخ ساز معرکہ جنگ قادسیہ میں شرکت کے لئے حاضر ہوئی ہیں۔

صبح کو کفر و اسلام کا معرکہ برپا ہونے والا ہے ہر سپاہی صبح کے ہولناک حالات پر غور کر رہا ہے، وقت کے سپر پاور سلطنتِ فارس کے کسریٰ نے بھرپور تیاری کے ساتھ اپنی پوری جنگی قوت میدان میں جھونک لی ہے، مشہور ایرانی سپہ سالار رستم ایک لاکھ اسی ہزار کا لاؤ لشکر لئے خم ٹھونک کر میدان میں اترا ہے، مقابلے میں مسلمانوں کا تیس ہزار کا لشکر مشہور صحابی حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں میدان میں خیمہ زن ہے، رات کے سناٹے میں آتش زباں شاعرہ خنساؔء اپنے بیٹوں سے یوں گویا ہوتی ہے:

> پیارے بیٹو! تم اپنی خواہش سے مسلمان ہوئے اور ہجرت کی، خدائے وحدہ لاشریک کی قسم کہ تم جس طرح ایک ماں کے بیٹے ہو اسی طرح تمہارا باپ بھی ایک ہے، میں نے تمہارے باپ سے بد دیانتی نہیں کی (ہمیشہ اپنی عصمت و آبرو کو تھامے رکھا) اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل کیا (بدکرداری سے عورت کا خاندان رسوا ہو جاتا ہے) اور نہ تمہارے حسب نسب میں داغ دھبہ

لگایا، جو عظیم ثواب کافروں سے لڑنے میں مسلمانوں کے لئے رکھا ہے تم اس کو جانتے ہو۔ خوب سمجھ لو کہ آخرت جو ہمیشہ رہنے والی ہے اس دار فانی سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران آیت ۲۰۰) ''مسلمانو! صبر کرو اور استقلال و استقامت سے کام لو، اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ'' کل جب خیریت سے صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور خدا سے مدد مانگتے ہوئے دشمنوں پر جھپٹ پڑنا اور جب دیکھنا کہ لڑائی زوروں پر ہے اور ہر طرف اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں تو تم میدان جنگ کے وسط کی طرف رخ کرنا اور جب دیکھنا کہ فوج غصے سے آگ ہو رہی ہے تو دشمن کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا، خدا کرے کہ تم دنیا میں مال غنیمت اور آخرت میں عزت پاؤ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۲)

صبح کو جنگ چھڑتے ہی خنساء کے چاروں بیٹے یکبارگی دشمنوں پر جھپٹ پڑے اور آخر کو بڑی بہادری سے چاروں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، خنساء کو جب خبر پہونچی تو اس نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے بیٹوں کی شہادت کا مجھے شرف بخشا۔

یہ تو وقت کے ایک سپر پاور کسریٰ فارس کے ساتھ اسلامی معرکوں میں ایک خاتون کی شجاعت کا قصہ ہے۔ ادھر وقت کی دوسری بڑی طاقت اور باجبروت سلطنت رومن ایمپائر کے ساتھ بھی خلافت راشدہ کے آغاز سے معرکے جاری ہیں۔ خالد بن ولید اور ابو عبیدہ بن جراح کی قیادت میں صحابہ کے قدوسی لشکر شام و دمشق اور مصر کی سرزمین پر شجاعت و عزیمت کی انمٹ داستانیں رقم کر رہے ہیں۔

مردوں کے ساتھ خواتین اسلام بھی مختلف جنگی خدمات مثلاً خورد و نوش کا انتظام، زخمیوں کی خبر گیری اور مرہم پٹی وغیرہ کے لئے اسلامی لشکر کے ہمراہ ہیں۔

☆...... لیجئے ان سے ملئے یہ اسلام کے نامور سپوت حضرت ضرار ابن ازور رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت حولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا ہیں، ان کے جنگی کارنامے اور خدمات تو خواتین اسلام کی تاریخ کا روشن باب ہیں۔ ان کے تذکرے کے بغیر عورت کی عظمت کی داستان کہاں مکمل ہو سکتی ہے؟

یہ جنگ اجنادین کا موقعہ ہے جو رومیوں کے ساتھ بپا ہونے والے معرکوں میں سے نہایت اہم معرکہ ہے جس کے نتیجے میں پورا فلسطین مسلمانوں کو مل گیا، مختصر یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے

دور میں مسلمان دمشق کا محاصرہ کیئے ہوئے پڑے ہیں اچانک معلوم ہوا کہ نوے ہزار رومی بڑے ساز وسامان کے ساتھ اجنادین کے مقام پر جمع ہو رہے ہیں مسلمانوں کا لشکر مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر پورے شام میں پھیلا ہوا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما عراق کو پامال کرتے ہوئے دمشق پہنچ چکے ہیں فیصلہ یہ ہوا کہ کُل اسلامی فوج ہر طرف سے سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو جائے، چنانچہ تمام سپہ سالار اپنا اپنا لشکر لے کر اجنادین میں جمع ہونے لگے، حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہم نے بھی دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین کے رخ پر اپنا لشکر کو ڈال لیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ فوج کے آگے آگے ہیں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھوڑی سی فوج کے ساتھ عورتوں اور بچوں کو لئے ہوئے مع خیمے اور رسد کے سامان کے، پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ اہل دمشق نے دیکھا کہ مسلمان ڈیرے، خیمے اٹھائے لدے پھندے چلے جا رہے ہیں ان کو یہ انتقام کا اچھا موقعہ معلوم ہوا، انہوں نے قلعہ کے پھاٹک کھول کر پیچھے سے حملہ کر دیا ادھر قیصر روم نے دمشق کے لئے کچھ امدادی فوجیں بھیجی تھیں اتفاق سے عین وقت پر وہ بھی آن پہنچیں۔ اور آتے ہی انہوں نے مسلمانوں کو اگلی جانب سے روک لیا، اس وقت مسلمانوں میں جیسی کچھ بدحواسی ہونی چاہئے تھی وہ ظاہر ہے مگر اس کے برخلاف مسلمانوں نے نہایت پامردی سے آگے پیچھے دونوں جانب کے حملے روکے (آگے سے امدادی فوج پیچھے سے خود دمشق کی قلعہ بند فوج) لیکن اسلامی لشکر کی زیادہ توجہ سامنے کی جانب تھی۔ اتنا موقع اہل دمشق کو جو پیچھے سے مسلمانوں پر چڑھتے آ رہے تھے غنیمت معلوم ہوا اور مسلمان عورتوں کو اپنی حراست میں لے کر قلعہ دمشق کا رخ کیا۔

عورتوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ خولہ بنت ازور نے کہا:

> ”بہنو! کیا تمہاری عزت گوارا کر سکتی ہے کہ دمشق کے کافروں کے قبضہ میں آ جاؤ کیا تم عرب کی شجاعت اور حمیت کے دامن میں داغ لگانا چاہتی ہو میرے نزدیک تو مر جانا اس ذلت سے کہیں بہتر ہے“

ان چند فقروں نے ایک آگ سی لگا دی، پھر کیا تھا خواتین خیموں کی چوبیں (خیمے کے بانس وغیرہ) لے لے کر باقاعدہ حلقہ باندھ کر آگے بڑھیں سب سے آگے خولہ بنت ازور تھیں ان کے پیچھے عفیرہ بنت عفار ام ابان بنت عتبہ، سلمہ بنت نعمان بن مقرن اور پھر دوسری خواتین تھیں کچھ دیر کے لئے تو اس ناگہانی اور خلاف توقع صورتحال نے دمشقی فوج کے اوسان خطا کر دیئے، اتنی دیر میں ان خواتین اسلام نے تیس

لاشیں گرادیں اب دمشقیوں نے بھی حملہ کر دیا، اسلام کی بیٹیوں کو براہ راست کفر کی فوجوں کے حملے کا سامنا تھا اتنی دیر میں مسلمان فوج بھی اپنے حریفوں سے نمٹ کر یہاں پہنچ گئی پھر تو کفر کے سورماؤں کو بھاگنے میں ہی عافیت معلوم ہوئی لہٰذا سب شیر جوان بھاگ کر دوبارہ قلعہ بند ہوگئے۔ اور اسلامی فوج نے پھر اپنا رخ اجنادین کے میدان کارزار کی طرف موڑ لیا۔

مشہور مغربی مورخ اڈورڈ گبن نے اپنی تاریخ میں یہ واقعہ نقل کر کے مسلمان عورتوں کی عفت وعصمت، دلیری اور بہادری کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''یہ وہ عورتیں ہیں جو شمشیر زنی، تیراندازی اور نیزہ بازی میں نہایت ماہر تھیں یہی وجہ ہے کہ نازک سے نازک موقع پر بھی یہ اپنے دامن عفت وعصمت کے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوتی تھیں''

یہی اسلام کی بیٹیاں اور امت کی وہ مائیں تھیں جو اللہ کی زمین پر صنف نازک کے تقدس اور حرمت کی امین ونگہبان تھیں۔

اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر یہ اعلی انسانی اوصاف وکمالات کی پیکر بن گئی تھیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ان کی کوکھ سے جنم لے کر ان کی گود میں پروان چڑھنے والی نسل ان کی آغوش تربیت سے نکل کر جس میدان میں بھی قدم رکھتی عظمت وعزیمت کی ایسی داستانیں رقم کرتی چلی جاتی کہ ان کی سیرت وکردار اور ان کی ذات وصفات رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کے لئے مینارہ نور بن جاتیں، وہ میدان کارزار میں اللہ کے دین کا پھریرا لے کر اترے تو تاریخ نے ان کو خالد وضرار، طارق وابن قاسم، موسیٰ بن نصیر، سعد بن ابی وقاص اور عمرو ابن عاص کے ناموں سے شناخت کیا، وہ فرعونوں اور نمرودوں کے جور و جبر کو مٹانے کے لئے نکلے تو قیصر وکسریٰ کی سلطنتیں ان کی ٹھوکر میں اور ان کے تاج وتخت ان کے قدموں میں تھے، تب تاریخ نے ابوبکر، عمر، عثمان وحیدر، عمر بن عبدالعزیز، التمش وعالمگیر کے ناموں سے ان کو پہچانا اور ان کی جہانگیری سے زیادہ ان کے جہاں بینی وجہانداری کا لوہا مانا کیونکہ ؂

جہاں داری سے ہے دشوار تر کار جہاں بینی

وہ جب شریعت کی حفاظت کا مشن لے کر نکلے تو تاریخ نے ان کو ابوہریرہ، ابن عمر، بخاری ومسلم اور ترمذی وابوداؤد وغیرہ کے ناموں سے متعارف کرایا، وہ احکام شریعت کی ترجمانی کا بیڑا اٹھائے ہوئے نمودار

ہوئے تو تاریخ نے ابن عباس، ابن مسعود، ابوحنیفہ نعمان، مالک بن انس، محمد بن ادریس شافعی، احمد بن حنبل، قاضی ابویوسف اور امام محمد وغیرہ کے ناموں سے ان کے قصیدے پڑھے۔ لیکن کیا آج مسلمان خواتین کی کوکھیں بانجھ ہوگئیں اور ان کی گودوں میں ہریالی آنا بند ہوگئی یا تاریخ الٹے قدموں پھر کر قوم نوح کے دور میں داخل ہوگئی جب کشتی والے زخم خوردہ نبی یہ بددعا مانگتے ہوئے نظر آ رہے تھے ”رَبِّ لَاتَذَرْعَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا اِنَّکَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا (سورہ نوح)“ کہ اے رب زمین پر کافروں کا ایک بھی آباد گھرانہ نہ چھوڑیو۔ اگر آپ نے ان کو چھوڑا تو تیرے بندوں کو راہ سے بھٹکائیں گے اور جو نسلیں ان سے جنم لیں گی وہ بھی نرے پاپی اور بے ایمان ہوں گے“۔

مستقبل کا مورخ ہم مسلمانوں کی موجودہ داستان کو کس عنوان سے بیان کرے گا جب اس کے سامنے یہ صورتحال آئے گی کہ خالد و ابن قاسم، عثمان و حیدر، ابن عمر و ابن عباس، ابوحنیفہ نعمان اور بخاری و ترمذی جن راستوں پر چلے تھے وہ راستے تو ویران ہو رہے ہیں، مسلم نوجوان ان راستوں سے کنی کتراتے نظر آتے ہیں۔ مسلمان مائیں عرصہ ہوا کہ اپنے بڑوں کی عظمت و شجاعت اور اپنے دین کے تقدس کی لوریاں اپنے بچوں کو سنانا بھول چکی ہیں، سامری کی زریت قوم یہود، میڈیا کے مختلف شیطانی آلات کی شکل میں پھر ایک بچھڑا بنا کر دنیائے انسانیت پر مسلط کر چکی ہے۔

اِنَّ هٰذَا اِلٰهُکُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰی فَنَسِیَ (یہ تمہارا اور موسیٰ کا رب ہے جس سے وہ چوک گئے ہیں) کی صدائے بازگشت نئے نئے زاویوں سے سنائی دے رہی ہے۔ مسلم نوجوان نئے نئے خوشنما ناموں سے اس بت کی پوجا پہ فخر کر رہا ہے۔

گلوکار، موسیقار، فن کار، اداکار، سٹار، پاپ سنگر، آرٹسٹ، سب نام ایک ہی حقیقت کے مختلف روپ ہیں۔ اور وہ ہے اسلام سے عداوت، فطرت سے بغاوت۔ اے مسلمان ماں! اگر تیری گود میں پرورش پانے والی نسل کا مقصد زندگی اس جادوئے سامری کی رت جگانا ہے اور اپنے بڑوں کے کارناموں پر پانی پھیرنا ہے اور اپنے دین کی مٹی پلید کرنا ہے تو تیری گود کا اجڑ جانا اور تیری کوکھ کا بانجھ ہو جانا ہی بہتر ہے۔ ہاں ”رَبِّ لَاتَذَرْعَلَی الْاَرْضِ“ اور ”وَلَا یَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا“ (سورہ نوح) قرآن کی ہی پکار ہے۔ تو کوئی ہے اس پکار سے عبرت پکڑنے والا فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔

آپ کے دینی مسائل کا حل مفتی محمد رضوان

کیا گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہے؟

مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مفتی محمد رضوان صاحب کا جامعہ اسلامیہ میں تقرری کے زمانہ کا تحریر شدہ اور اکابرین کا مصدقہ فتویٰ شائع کیا جا رہا ہے

سوال:...... کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک گاؤں جس کا نام گنگال ہے جو تقریباً تین سو گھروں پر مشتمل ہے اور کل آبادی تقریباً اٹھارہ انیس سو ہے جس میں نو، دس دکانیں متفرق جگہوں پر ہیں زیادہ تر، کریانہ، مرچنٹ وغیرہ کی دکانیں ہیں، ایک چھوٹا ڈاکٹر بھی ہے دو مسجدیں ہیں بڑی مسجد میں چودہ سو نمازیوں کی گنجائش ہے اور چھوٹی میں اس سے غیر معمولی کم کی (۲)......اس گاؤں کے قریب شمال میں ''احمداں'' نامی گاؤں ہے وہاں کی آبادی ایک سو پچیس گھروں پر مشتمل ہے اور چار دکانیں ہیں (۳)......اس گاؤں کے جنوب میں ایک اور گاؤں قریب ہے اس کی آبادی بھی تین سو گھروں پر مشتمل ہے اور کچھ دکانیں بھی ہیں گنگال گاؤں سے آواز تقریباً دونوں گاؤں میں پہنچ جاتی ہے دو پرائمری سکول ہیں تھانہ وغیرہ نہیں ہے اب اس گاؤں میں نماز جمعہ کا مسئلہ دریافت طلب ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:...... فقہ حنفی کے مطابق جمعہ کی نماز جائز و درست ہونے کے لئے اس مقام کا حقیقتاً یا حکماً شہر کی حدود میں ہونا ضروری ہے، حقیقی شہر کو تو سب ہی جانتے ہیں اور حکمی شہر وہ ہے جو اگرچہ حقیقی اعتبار سے تو شہر نہ ہو لیکن شہر کی بعض علامات وہاں پائے جانے کی وجہ سے اس مقام کو شہر کا حکم حاصل ہو، جیسے قصبہ اور بڑا گاؤں جس کو عربی میں قریۂ کبیرہ کہا جاتا ہے، اور بڑا گاؤں وہ ہے جس میں گلی کوچے ہوں، بازار ہو، روزمرہ کی ضروریات مثلاً کپڑا، جوتہ، گھی، غلہ، گوشت، ڈاکٹر، عطار، معمار و مستری وغیرہ (کمافی امداد الاحکام ج۱ ص۷۶۳) ملتی ہوں، تین چار ہزار کی آبادی ہو (کذا فی الفتاویٰ المحمودیہ ج۲ ص۳۰۱ و ۳۰۲، واحسن الفتاویٰ ج۴ ص۱۶۵ و ۱۵۹ و امداد الفتاویٰ ج۱ ص۴۵۶ نیز ملاحظہ ہو خیر الفتاویٰ ج۳ ص۷۲) سوال میں گنگال نامی گاؤں کی جو نوعیت بیان کی گئی ہے اس کے مطابق (موجودہ صورتِ حال میں) ہمارے نزدیک جمعہ کی نماز جائز نہیں بلکہ

Idara Ghufran

روزمرہ کی طرح ظہر کی نماز ہی پڑھنا ضروری ہے "**لانها قرية صغيرة**". **فی الهداية : لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع** (هدايه ج ١ ص ١٦٨) **وتقع فرضافی القصبات والقریٰ الكبيرة التی فيها سكك واسواق (الیٰ قوله) وفيما ذكرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغيرة الخ** (ردالمحتار ج ٢ ص ١٣٧ ، ایچ، ایم، سعید کراچی) اردگرد کی بستیاں اگراس گنگال نامی گاؤں سے علیحدہ مستقل گاؤں کی حیثیت رکھتی ہیں، جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو ان سب کو الگ الگ حکم حاصل ہوگا، سب کو ایک ہی بستی کا حکم حاصل نہ ہوگا (خیر الفتاویٰ ج ٣ ص ١٠٧ و امداد الفتاویٰ ج ١ ص ٢٥٣) فقط واللہ اعلم۔

محمد رضوان ١٤١٨/٦/١٣ھ، دارالافتاء جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی۔

الجواب صحیح
خالد حسین عباسی ١٤١٨/٧/١٦ھ
دارالافتاء دارالعلوم فاروقیہ
دھمیال کیمپ راولپنڈی

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان

not found.

stamp2 copy.jpg not found.

الجواب صحیح: بندہ عبدالرؤف سکھروی
دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ١٤۔ ١٤١٨/١١/١٤ھ

stamp copy.jpg not found.

کیا آپ جانتے ہیں؟ م ۔ ر ۔ ن

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

ماہِ شوال میں عمرہ کرنے یا حرم میں موجود رہنے سے حج فرض ہونے کا مسئلہ

لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جو شخص کسی بھی طرح اور کسی بھی وقت حرم شریف میں پہنچ جائے یا عمرہ کرلے تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس بارے میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص حج کے مہینوں (یعنی شوال، ذی القعدہ، اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ) میں مکہ مکرمہ یا میقات پر موجود ہو اور اس کے پاس حج کے دنوں تک قیام وطعام کا خرچہ بھی موجود ہو اور کم از کم عرفات تک پیدل حج کرنے کی استطاعت بھی رکھتا ہو اور اس سے پہلے اس نے اپنا فرض حج بھی ادا نہ کیا ہو تو ایسے شخص پر حج فرض ہو جائے گا، اب اگر حکومت اس کو وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ دے تو حج کے فرض ہونے میں اختلاف ہے، راجح یہ ہے کہ اس پر حج فرض ہو جاتا ہے، البتہ آخر عمر تک خود حج کرنے کا موقع نہ ملا تو حجِ بدل کرانا یا مرنے کے وقت حجِ بدل کرانے کی وصیت کرنا اس شخص کے ذمہ واجب ہے، اگر حجِ بدل کرانے کے بعد خود حج کرنے کی استطاعت ہو جائے تو دوبارہ خود حج کرے (شامی، ہندیہ، غنیۃ الناسک، حیات القلوب، معلّم الحجاج ص ۶۱ وغیرہ)

مَرد وعورت کے لئے سونا چاندی یا اس کے علاوہ کا زیور اور انگوٹھی

عورت کو سونے چاندی اور اس کے علاوہ کسی دوسری چیز (مثلاً، دھات، اسٹیل، سلور اسٹیل، پیتل، تانبا وغیرہ) سے بنا ہوا زیور پہننا جائز ہے، لیکن انگوٹھی صرف سونے چاندی کی پہننا جائز ہے خواہ وزن کتنا بھی ہو، سونے چاندی کے علاوہ کسی اور چیز کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں، یہ تفصیل تو عورت کے متعلق ہے اور مرد حضرات کو سونے چاندی اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کا زیور پہننا جائز نہیں بلکہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے اور انگوٹھی بھی صرف چاندی کی جائز ہے اور وہ بھی ساڑھے چار ماشہ وزن تک ہونی چاہئے اس سے زیادہ نہیں، اس کے علاوہ کسی بھی قسم کی انگوٹھی پہننا مرد حضرات کو جائز نہیں، آج کل بعض نوجوان گلے میں چین، کانوں میں بالیاں اور انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہنتے ہیں یہ جائز نہیں اور سخت گناہ ہے، جب تک یہ چیزیں پہنی رہیں گی برابر گناہ ہوتا رہے گا۔

دینی علم عمل کے بغیر بھی کارآمد ہے

آج کل یہ چرچا عام ہے کہ علم حاصل کرنے کے بعد انسان پر عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے لہٰذا عمل سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ دینی علم ہی حاصل نہ کیا جائے، حالانکہ علم کی وجہ سے عمل لازم نہیں ہوا کرتا بلکہ عمل اپنی ذات میں لازم ہے پھر جس چیز پر عمل کرنا فرض ہے اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے، اور جس چیز پر عمل کرنا واجب ہے اس کا علم حاصل کرنا بھی واجب ہے اور جس چیز پر عمل کرنا سنت یا مستحب ہے اس کا علم حاصل کرنا بھی سنت یا مستحب ہے اور جو چیز حرام ہے اس کے حرام ہونے کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ بقدرِ ضرورت علم حاصل کرنا الگ فرض ہے اور اس پر عمل کرنا الگ فرض ہے، اگر عمل نہ کیا جائے تب بھی فرض چیز کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ حدیث شریف میں ہے "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ"، یعنی علم حاصل کرنا فرض ہے لہٰذا جس نے علم حاصل کرلیا اس نے ایک فریضہ ادا کرلیا پھر اگر عمل نہیں کیا تو صرف ایک جرم کیا اور جس نے علم حاصل نہ کیا پھر اس وجہ سے عمل سے محروم رہا وہ دوہرا مجرم ہے ایک علم کا فریضہ چھوڑنے کا، دوسرا عمل نہ کرنے کا اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ علم حاصل کرنا اور علم کی طلب میں مصروف ہونا بھی اپنی ذات میں عبادت ہے، پس جس طرح نماز پڑھنا ذکر و تلاوت کرنا عبادت ہے اسی طرح علم کے حصول میں مشغول ہونا بھی عبادت ہے، علاوہ ازیں علم حاصل کرنا بذات خود ایک عمل ہے یہ عمل ہی کی فہرست میں شامل ہے تو جس طرح نماز ایک عمل ہے اس کا علم حاصل کرنا بھی ایک عمل ہے۔ لہٰذا علم حاصل کرنے کو عمل کی فہرست سے خارج کرنا ہی غلط ہے۔ علم حاصل کرنے کے اور بھی کئی فوائد ہیں مثلاً: (۱)...... بہت سی چیزوں کا تعلق عمل سے نہیں بلکہ عقیدے اور نظریے سے ہے جب تک ان کا علم حاصل نہ ہوگا تو عقیدہ بھی صحیح اور درست نہ ہوگا اور اس طرح علم کے بغیر ایمان سے محروم ہونے جیسی خرابی میں مبتلا ہو سکتا ہے (۲)...... داشتہ آید بکار۔ یعنی رکھی ہوئی چیز کام آتی ہے لہٰذا اگر علم ہوگا تو کسی وقت عمل کی توفیق بھی ہو جائے گی۔ اور اگر علم نہ ہوگا تو عمل کرنا بھی چاہے گا تو نہیں کر سکے گا (۳)...... علم حاصل کرنے سے بروقت عمل کی توفیق ہو جاتی ہے اس اعتبار سے علم عمل سے پہلے ضروری ہوا (۴)...... علم کی برکت سے گناہ کا گناہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور پھر اس پر توبہ کی توفیق ہوتی ہے اگر گناہ کا گناہ ہونا ہی معلوم نہ ہوگا تو بغیر توبہ کے دنیا سے رخصت ہوگا جو بڑے خسارے اور نقصان کا باعث ہے۔ علم کی مثال روشنی کی طرح ہے اگر روشنی ہوگی تو سفر کرنے میں آسانی ہوگی (۵)...... علم کی برکت سے بہت سے شیطانی حملوں سے حفاظت اور ذرا ذرا سی باتوں پر عمل کو توفیق ہوتی ہے۔ اور علم نہ ہو تو شیطان کے حملوں سے حفاظت نہیں ہوتی اور بہت سے نیک اعمال سے محرومی رہتی ہے

Iqra Ghufran

حیرت کدہ مولانا محمد امجد

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

بابل ونینوا سے بغداد تک (دوسری قسط)

(اس مضمون کی پہلی قسط شعبان ۱۴۲۵ھ کے شمارہ میں شائع ہوچکی ہے)

خلیفہ منصور عباسی کے بسائے ہوئے مدینۃ السلام بغداد کو مسلسل پانچ سوسال تک اسلامی عربی خلافت کا پایا تخت ہونے کا شرف حاصل رہا، اس پانچ سوسال کے عرصہ میں بنوعباس کے تینتیس (۳۳) خلفاء نے اسلامی دنیا کی قیادت وامامت کی اور امت مسلمہ کو ایک مرکز پر مرکوز ومجتمع رکھا، ان میں ایک طرف منصور، ہارون الرشید، مامون اور معتصم کی طرح باجبروت، باکمال اور پرعزم خلفاء ہوئے جن کی شمشیر خاراشگاف نے بارہا ملکوں کے نقشے اور علاقوں کے جغرافیے بدل ڈالے، ایران وتوران کو باج گذار تو ہند اور سندھ کو اطاعت شعار بنایا، علم وہنر کے چرچے عام کئے اور تحقیق وایجاد کی جوت جگادی، تو دوسری طرف مستکفی، مطیع، طائع و مستعصم جیسے نااہل وبے اختیار خلفاء بھی ہوگزرے ہیں جن سے منصب خلافت داغدار وبے وقار ہوا اور امت طوائف الملوکی کا شکار ہوئی لیکن اس اتار چڑھاؤ کے باوجود خلافت بغداد کی شکل میں بہرحال کسی نہ کسی درجہ میں امت کی مرکزیت برقرار رہی اور خودمختار ہوجانے والی ریاستوں اور سلطنتوں کی جذباتی وابستگی خلافتِ بغداد کے ساتھ ہی رہی۔ خواہ وہ غزنی کا محمود غزنوی ہو یا غور کا شہاب الدین غوری ہو۔ یا پھر ہندوستان کے سلاطین غلاماں ہوں یا سندھ کے رؤساء وامراء ہوں ہر شاہ وگدا خلافت کے ساتھ وفاشعاری کو اپنا جزوِ ایمان ہی سمجھتا رہا۔

بغداد کے ایوانوں میں جس خلیفہ کی خلافتِ کا ڈنکا بجتا، ملتان دلی ولاہور کے بازاروں میں اسی کے نام کا سکہ چلتا اور کابل وقندھار کے محراب ومنبر سے اسی کے نام کا خطبہ سنائی دیتا، سمرقند وبخارا کے مجالس علم اور حلقہائے درس میں اسی کا طوطی بولتا تھا۔ پورے عالم اسلام میں خلافت کا جب یہ شرف واعتبار تھا تو پھر بغداد جنت ارضی کا نمونہ اور مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا کیوں نہ ہوتا

گر بسر وچشم ما نشینی نازت بکشم کہ نازنین

Idara Ghufran

خلافت کے اسی دینی اسلامی تقدس کی وجہ سے صدیوں تک نازک ترین حالات میں بھی جو مختلف خلفاء کی نااہلی وعیش کوشی اور بہت سے وزراء وامراء کے کھوکھلے پن اور سازشی ذہن اور بغداد کی عام سوسائٹی میں پیدا ہونے والے بگاڑ کی وجہ سے وقتاً فوقتاً پیش آتے رہے۔ خلافت کی شمع فروزاں ہی رہی، لیکن قوانین فطرت بھی توانی اپنی جگہ اٹل ہیں۔ قدرت نے ڈھیل اور مہلت عمل کی ایک حد رکھی ہے جس کا دائرہ افراد کے مقابلے میں اقوام کے لئے کسی قدر مزید تنگ ہے۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے مگر　　　کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

آخر آسمان نے اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے زمین پر پھر ایک سانحہ رونما ہوتے دیکھا۔ چنگیزی غارت گری سے ابھی مشرقی اسلامی دنیا لہولہان ہی تھی کہ فتنہ تاتار کا دوسرا سیلابی ریلا ہلاکو خان کی ہلاکت آفرینی کی شکل میں سرزمین کوفہ وبغداد کو اپنے پانچ سو سالہ تہذیب وتمدن کے ساتھ خس وخاشاک کی طرح بہالے گیا، آخری عباسی خلیفہ ابواحمد عبداللہ ''المقلب بہ مستعصم باللہ'' اپنی غلط پالیسیوں اور اپنے رافضی وزیر ابن علقمی کی عیاریوں، مکاریوں کی وجہ سے خلافت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا۔

ابن علقمی نے ایک طرف فرقہ وارانہ بنیادوں پر ملک میں جنگ وجدال کا بازار گرم کئے رکھا اور ساتھ ساتھ مختلف حیلے بہانوں سے مستعصم کے ذریعے فوج کی تعداد گھٹاتا رہا اور دوسری طرف درپردہ ہلاکو سے ساز باز کر کے اسے بغداد پر حملہ آور ہونے کے لئے اکساتا رہا، مسلمانوں کی سیاہ بختی کہ ہلاکو خان کا وزیر مشہور فلسفی خواجہ نصیرالدین طوسی بھی مذہباً رافضی تھا، گویا کہ ''یک نہ شد دوشد'' اور ''دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی'' اس طرح سازشوں کے ان دو پاٹوں کے بیچ میں آکر بغداد اپنے سولہ لاکھ باسیوں کے ساتھ ظلم کی چکی میں پس کر رہ گیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ ابن علقمی ایک عرصہ سے تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کے لئے اکساتا رہا لیکن خلافت عباسیہ کے مذہبی تقدس اور مسلمانوں کی اس کے ساتھ مذہبی عقیدت کی وجہ سے خود ہلاکو خان ڈرتا تھا کہ اس کو چھیڑنے کی وجہ سے شاید کوئی مصیبت نازل نہ ہو جائے۔

نصیرالدین طوسی کو ہلاکو کے دربار میں بڑا اثر ورسوخ حاصل تھا ہلاکو اس کے ہر مشورہ پر عمل کرتا تھا چنانچہ اس نے یہ کہہ کر ہلاکو خان کی ہمت بندھائی کہ اس دنیا میں اللہ کی عادت یوں جاری ہے کہ نظام عالم کائناتی اصول طبعیات کے مطابق جاری ہے خلیفہ مستعصم شرف وبزرگی میں حضرت یحیٰی علیہ السلام اور حضرت

حسین بن علی رضی اللہ عنہ، کے برابر نہیں ان دونوں بزرگوں کو دشمنوں نے ذبح کرڈالا اور دنیا کا نظام حسب عادت چلتا رہا (الوافی بالوفیات ج ۱)

چنانچہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ میں ہلاکو نے بغداد پر فوج کشی کردی عباسی فوج کو پہلے ہی ابن علقمی الگ کرچکا تھا تاہم بچی کھچی فوج کو لے کر امیر دیودار نے بڑی پرزور مدافعت کی اور پہلے حملہ میں تاتاریوں کو پسپا کردیا لیکن پھر انہوں نے اس زور کا دوسرا حملہ کردیا کہ عباسی فوج تاب نہ لاسکی، اتفاق کہیے یا شومئی قسمت کہ عین اسی وقت دریائے دجلہ کا ایک بند ٹوٹ گیا جس کے نتیجہ میں عباسی فوج محصور ہوکر تاتاریوں کے نرغے میں آگئی تاتاریوں نے ان کا صفایا کرکے بغداد کا محاصرہ کرلیا۔

ابن علقمی نہایت عیاری سے خلیفہ مستعصم اور بغداد کے تمام علماء، فقہاء اور دیگر اکابروزعماء کو یہ یقین دلا کر ہلاکو کے پاس لے گیا کہ ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا ہلاکو مستعصم کو منصب خلافت پر برقرار رکھے گا، اس دھوکہ وعیاری ومکاری کے ساتھ یہ سب قیمتی سربرآوردہ لوگ اور امت کا سرمایہ حیات ایک ساتھ قتل کردیے گئے مستعصم کو ڈنڈوں سے پیٹ پیٹ کرختم کیا گیا اور اس کی لاش کو پیروں سے روندھا اور مسلا گیا یہ واقعہ ماہ محرم ۶۵۶ھ میں پیش آیا۔ اس کے بعد وحشی تاتاری بغداد میں گھس آئے اور مسلسل کئی دن تک قتل عام کا بازار گرم کئے رکھا، آبادی کو ختم کرکے چالیس دن تک نہایت بے دردی سے بغداد کو لوٹتے رہے۔ وحشی تاتاریوں نے اس عظیم الشان شہر کو لوٹ کر ویران کرڈالا علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ صرف شاہی محلات سے انہوں نے جتنی دولت اور جس قدر ساز وسامان لوٹا اس کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا، عباسی کتب خانہ کی تمام کتابیں جو امت مسلمہ کی صدیوں کا سرمایہ تھیں دریائے دجلہ میں ڈبودی گئیں۔ مقتولین کی تعداد کا اندازہ سولہ لاکھ تھا (ابن خلدون)

بغداد پر قبضہ کے بعد پورا عراق تاتاریوں کے زیرنگیں آگیا، سوا پانچ صدیوں (۱۳۲ھ تا ۶۵۶ھ) کے بعد عباسی خلافت کا خاتمہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کی سیاسی مرکزیت بھی ختم ہوگئی، خلافت بغداد کی تباہی سے سارے عالم اسلام میں غم والم کی لہر دوڑ گئی۔ شعراء نے بڑے پرسوز اور دردناک مرثئے کہے خصوصاً سعدی شیرازی کا فارسی مرثیہ اور تقی الدین ابن ابیر کا عربی مرثیہ اپنی گہری تاثیر کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے عربی مرثیہ کے چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

لِسَائِلِ الدَّمْعِ عَنْ بَغْدَادَ اَخْبَارُ فَمَا وُقُوفُکَ وَالْاَحْبَابُ قَدْسَارُوْا

بہنے والے آنسو بغداد کے واقعات بیان کررہے ہیں

سارے احباب تو رخصت ہوگئے تم کیوں ٹھرے ہوئے ہو

یَازَائِرِیْنَ اِلَی الزَّوْرَاءِ لَاتَفِدُوْا

فَمَابِذَاکَ الْحُمٰی وَالدَّارُ دَیَّارٌ

اے زواراء کی زیارت کرنے والو! اب تمہارے آنے کی حاجت نہیں ہے

کہ اس مرغزار میں کوئی بسنے والا باقی نہیں رہا

اضحی لعطف البغی فی ربعه اثر

وللدموع علی الاثار آثار

اس مرغزار میں پیرانہ سالیوں کی جھریوں کا نشان ہے

اور ان کھنڈروں کے نشانات پر آنسوؤں کے نشان ہیں

علا الصلیب علی اعلی منابرها

دقام بالامر من یحوبة زنار

صلیب اس کے منبر پر چڑھ گئی

اور ایک زنار پوش (کافر) حکمران ہوگیا

وکم حریم سبة الترک غاصبة

وکان دون ذاک الستر استار

کیسی کیسی پردہ نشین خواتین کوتاتاریوں نے جبراً قید کرلیا

جو پردہ درپردہ رہتی تھیں

وکم بدورعلی البدریة انخسفت

ولم یعد لبدورمنه ابدرأ

اوربدریہ (محلّہ) میں کتنے ماہ کامل گہن میں آگئے

اوربدریہ کاکوئی چاند جاکر واپس نہ آیا

نادیت والسبی مهتوک بجرهم

الی السفاح من الاعداء وعار

میں نے قیدیوں کوپکارا جبکہ وہ سفاح کی جانب گھسیٹے جارہے تھے

اوروہ دشمنوں سے خوفزدہ تھے

بلبل شیراز سعدی شیرازی نے عربی فارسی دونوں زبانوں میں مرثیے کہے۔ فارسی مرثیہ زیادہ مشہور ہے ملاحظہ ہوں

آسماں راحق بود گرخوں باردبرزمین

بہ زوال ملک مستعصم امیر المومنین

آسمان کوحق پہنچتا ہے کہ وہ زمین پر خون کی بارش برسائے

امیر المومنین مستعصم کی سلطنت کے زوال پر

اے محمد گرقیامت سربروں آری زخاک

سربروں آروقیامت درمیان خلق بین

اے محمد (ﷺ) اگر آپ روضہ اطہر سے قیامت کے دن ہی سر اٹھائیں گے

تو پھر آپ ذرا سر اٹھاکے دیکھ لیجئے کیسی قیامت برپا ہے

(جاری............)

طب وصحت

حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

تپ دِق (Tuberculosis)

دِق کے معنیٰ دُبلا پن یا باریک ہونے کے ہیں، چونکہ اس بیماری میں بخار کی حرارت وگرمی اعضاءِ اصلیہ میں چمٹ کر بدن کی رطوبت کو فنا کر دیتی ہے جس کے سبب مریض دن بدن کمزور اور دبلا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ایک نہایت مہلک اور متعدی مرض شمار کیا جاتا ہے۔ اکثر لوگ اس بیماری کو TB کے نام سے بھی جانتے ہیں۔ اس بات کی بیحد ضرورت ہے کہ اس مرض کے بارے میں عوام کو زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہوں تاکہ اس خطرناک اور متعدی مرض کے حملہ سے بچاؤ اور اس کو پھیلنے سے روکنے میں مدد مل سکے۔ ماہرین امراض کی رائے ہے کہ سب سے پہلے ''رابرٹ کاکس'' نامی جرمنی سائنس دان نے 1880ء کی دہائی میں اس مرض کے بیکٹیریا کی شناخت کی۔ یہ مرض (مائیکرو بیکٹیریم ٹیوبر کلاسس) جرثومہ سے پھیلتا ہے۔

اس جرثومہ کی کافی قسمیں بیان کی جاتی ہیں لیکن زیادہ تر (مائیکروٹیوبرکلوسس) جرثومہ ہی ہے جو بہت عام پایا جاتا ہے۔

یہ مرض کسی بھی عمر میں ہوسکتا ہے، مگر زیادہ تر 14 سال سے 21 سال کی عمر میں اس مرض کے حملہ کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ یہ مرض دنیا بھر میں پایا جاتا ہے، البتہ دیہاتوں کی نسبت شہروں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ مگر بلند پُر فضا پہاڑی مقامات پر یہ مرض بہت کم پایا جاتا ہے۔

حکومتِ پاکستان کی طرف سے 68 اضلاع میں ڈاٹس پروگرام (Direrctlyobservedtherapy short.course) شروع کیا گیا ہے، جس سے اس مرض کے کنٹرول کرنے میں اگرچہ مدد مل رہی ہے مگران سینٹرز کی یہ تعداد ابھی بہت کم ہے۔ تعلیم کی کمی، غربت میں اضافہ، ادویات کی عدم دستیابی، ماہرِ امراض ڈاکٹروں کا فقدان، فنڈز کی عدم دستیابی، اور حکومتی وعوامی سطح پر مربوط کوششوں سے کنارہ کشی تپ دق کے پھیلاؤ کی اہم وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔

WHO عالمی ادارہ صحت کے مطابق دنیا بھر میں 2 کروڑ سے بھی زیادہ افراد اس مرض کا شکار ہیں، اور

تقریباً 25 لاکھ سے بھی زیادہ ہلاکتیں ہرسال اس مرض کے سبب واقع ہوجاتی ہیں۔ دنیا بھر میں جتنی بھی اموات واقع ہوتی ہیں، گویا کہ ان کے دسویں حصے سے بھی زیادہ اموات صرف تپ دق کے سبب واقع ہوتی ہیں۔ ماہرین کی رائے ہے کہ تپ دق کے جرثومے ایک مریض سے 15 صحت مند انسانوں میں منتقل ہو سکتے ہیں۔ تپ دق کے جراثیم مریض کے سانس اور تھوک وبلغم کے ساتھ لاکھوں کی تعداد میں باہر نکلتے ہیں اور مریض کے قریب رہنے والے تندرست لوگوں کی سانس کی نالی میں پہنچ کر ان کی ظاہری بیماری کا سبب بن سکتے ہیں، مریض جب کھانستا ہے یا چھینکتا ہے تو یہ ان جراثیم کے دور دور تک پھیلنے کا ذریعہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے جس گھر میں اس بیماری کا ایک مریض ہو وہاں پر دوسرے قریبی تندرست افراد بھی عموماً اس جراثیم سے متاثر ہو جاتے ہیں، نیز ایسے افراد جو بیمار کی تیمارداری کرتے ہیں اور احتیاط نہیں کرتے انہیں بھی اس بیماری کے لگنے کا بہت خطرہ رہتا ہے۔ اگر تپ دِق کا مواد جسم کے کسی خراش دار حصے پر لگ جائے تو اس سے بھی یہ بیماری لگ سکتی ہے۔ مریض کے میلے کپڑوں کے ذریعہ بھی اس مرض کے پھیلنے کا امکان ہوتا ہے۔ اگر دورانِ حمل یہ مرض ہوجائے تو خون کے ذریعہ بچے میں یہ مرض منتقل ہو سکتا ہے۔ اس مرض کی بہت زیادہ اقسام ہیں جن میں سے چند اجمالی طور پر ذکر کی جاتی ہیں (1) General tuberculosis اس قسم میں تب دق کے جراثیم مریض کے سارے جسم میں پائے جاتے ہیں اور یہ مرض سارے جسم میں پھیل جاتا ہے (2) Pulmonary tuberculosis اس مرض میں تپ دِق کا مادہ پھیپھڑوں میں ہوتا ہے اور اس مرض کو پھیپھڑوں کی تپ دق کہتے ہیں (3) Glandular tuberculosis اس مرض میں پیٹ اور گردن وغیرہ کے غدود متاثر ہوتے ہیں اور اسکو تپ دق غدودی کہا جاتا ہے، ان کے علاوہ بھی اس مرض کی کافی قسمیں پائی جاتی ہیں۔

علامات: تپ دِق کے جراثیم جسم میں داخل ہونے کے تقریباً 6 سے 2 سال بعد اس مرض کی علامات ظاہر ہونا شروع ہوتی ہیں۔ ابتداء میں کوئی خاص علامت ظاہر نہیں ہوتی، البتہ بخار اکثر ہوجاتا ہے، مریض اگر آرام نہ کرے تو بخار میں اضافہ ہوجاتا ہے، بھوک نہیں لگتی، کمزوری آجاتی ہے، وزن کم ہونے لگتا ہے یہ اس بیماری کی اپنی علامت ہے، اکثر پسینے آتے ہیں مگر اس سے بخار میں کمی نہیں ہوتی، زبان کی رنگت سرخ یا میلی ہوتی ہے، صبح، شام کھانسی بہت ہوتی ہے اور بلغم آتا ہے، اکثر بلغم کے ساتھ خون بھی آنے لگتا ہے، بار بار کی کھانسی سے گلا بھی خراب رہتا ہے، آخری مراحل میں دستوں کی شکایت ہوجاتی ہے، مریض بہت سوکھ جاتا ہے، ہاتھ

اور پاؤں سوج جاتے ہیں، اور نہایت ضعف کی حالت میں مریض کی موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مریض میں تپ دِق کی علامات بڑی واضح اور نمایاں ہوتی ہیں۔ مگر پھر بھی Xray ایکسرے اور خون کا ESR کے ذریعے ہی مرض کی نوعیت کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اسکے علاوہ لیبارٹری کے ذریعے مریض کے تھوک اور بلغم کا معائنہ کرا کے جراثیم کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔

علاج: اس مرض کا علاج باقاعدہ مستند ماہر معالج سے کرانا چاہیئے، اگر بروقت صحیح علاج اور بہتر دیکھ بھال ہو تو مریض کے آسانی صحت یاب ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ اس مرض کا علاج سہل مگر کافی دیرطلب ہے۔

احتیاطی تدابیر: مریض سے بات کرتے اور میل، جول وملاقات کے وقت ایک میٹر سے دو میٹر کے برابر فاصلہ رکھا جائے۔ کیوں کہ سانس کے ذریعے اس مرض کے جراثیم لگنے کا اندیشہ ہے، اس لئے تیمارداروں اور غیر متعلق افراد کو مریض کے زیادہ قریب آنے سے احتیاط کرنی چاہیئے۔ مریض کے استعمال شدہ برتن اور کپڑے وغیرہ دھونے سے پہلے تقریباً دو گھنٹے دھوپ میں رکھنے چاہئیں کیونکہ ماہرین کے مطابق دق کے جراثیم ابالنے سے ختم نہیں ہوتے بلکہ دھوپ میں رکھنے سے مرجاتے ہیں۔ مریض کے تھوک اور نجاستوں کو جلادینا چاہیئے۔ مریض کے بستر اور لباس کو باربار تبدیل کرتے رہنا چاہیئے، صفائی کا خاص خیال رکھنا بیحد ضروری ہے، دن میں دو مرتبہ مریض کے دانت صاف اور ہاتھوں اور چہرہ کو اچھی طرح دھونا، اور صبح شام بطور خاص آنکھوں کو تازے پانی سے دھونا چاہیئے۔ بچوں کو مریض سے دور رکھنا چاہیئے

پرہیز: گرم مقامات میں رہنے سے اور گرم چیزوں کے کھانے پینے سے، ثقیل اور دیرہضم چیزوں سے پرہیز کریں۔

غذاء: زود ہضم اور ہلکی غذا ہونی چاہیئے، کدو، خرفہ، پالک، ٹنڈا، وغیرہ کم مرچ ڈال کر چپاتی کے ساتھ دیں۔ اگر روٹی ہضم نہ ہو تو مونگ کی نرم کھچڑی اور دودھ، خشکہ، چاول، ساگودانہ وغیرہ کھلائیں۔ سرطان نہری تازہ کے دست و پا جدا کر کے باقی کو پانی میں جوش کر کے اس کی یخنی میں فلفل سیاہ اور نمک ڈال کر پلانا خاص طور پر تپ دق کے لئے مفید ہے۔ سرطان (کیکڑے) کے استعمال کے لئے شرعی مسئلہ مفتی صاحبان سے معلوم کریں۔ ....واللہ اعلم۔ محمد فیضان 18/9/04

Emaile faizankhanthanvi@hotmail.com

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد

ادارہ کے شب وروز

❑...... ماہ رمضان المبارک میں تمام ہفتہ وار اصلاحی مجلسیں موقوف رہیں، دارالافتاء کے اوقات صبح ۸ بجے کے بجائے صبح ۹ تا ۱۲ بجے اور بعد ظہر ۲ تا ساڑھے تین بجے تک رہے۔ شعبہ حفظ کے اوقات صبح بعد نماز فجر تا ساڑھے نو بجے اور بعد نماز ظہر تا ساڑھے تین بجے اور شعبہ ناظرہ بچوں، بچیوں کی تین جماعتیں جو صبح ظہر اور بعد مغرب جاری تھیں رمضان میں صرف بعد ظہر ۲ تا ساڑھے تین بجے ان کا وقت مقرر رہا۔ حضرت مدیر دامت برکاتہم کے زیادہ تر معمولات حسبِ معمول (رمضان المبارک میں) خلوت ویکسوئی کے رہے، البتہ ادارہ کی اہم ذمہ داریوں کو نباہنے کا معمول جاری رہا۔

❑...... سوموار ۳؍رمضان کو مفتی محمد امجد صاحب کے والد ماجد مولانا عبداللطیف صاحب کو سڑک حادثہ میں معمولی خراشیں آئیں۔

❑...... جمعہ ۷؍رمضان کو باغپت ہندوستان سے جناب مولانا قاری بلال صاحب تھانوی دامت برکاتہم مہتمم مدرسہ اشرف العلوم (باغپت) تشریف لائے اور حضرت مدیر دامت برکاتہم سے ملاقات فرمائی، آپ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ جناب مولانا خالد حسین صاحب کے خلف الرشید اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ اور مجازِ بیعت ہیں۔

❑...... ہفتہ ۸؍رمضان کو مولانا قاری بلال تھانوی صاحب کا مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں حضرت مدیر دامت برکاتہم کی دعوت پر تراویح کے بعد بیان ہوا، اسی دن حضرت مفتی محمد یونس صاحب معین مفتی ادارہ غفران آپریشن سے صحت یابی کے بعد ادارہ تشریف لائے اور دارالافتاء میں اپنے معمولات شروع کئے۔

❑...... بدھ ۱۲رمضان کو حافظ فضل کریم (متعلم ادارہ غفران) کی ادارہ غفران کے قریب ایک گھر میں تراویح میں تکمیل قرآن پر مفتی محمد امجد صاحب کا بیان ہوا۔

❑...... جمعہ ۱۴؍رمضان کو مولانا طارق محمود صاحب کی ادارہ غفران کی دوسری منزل میں تراویح میں تکمیل قرآن ہوئی، اس موقعہ پر مفتی محمد امجد صاحب کا بیان ہوا۔

❑...... اتوار ۱۶؍رمضان کو حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ کے بھائی صاحب بمع بعض احباب کے

Idara Ghufran

حضرت مدیر صاحب سے ملاقات کے لئے دارالافتاء ادارہ غفران میں تشریف لائے، بعض تعلیمی و علمی امور پر بات چیت ہوئی، اس موقعہ پر ڈاکٹر محمد بشیر صاحب فیکلٹی آف عربیک یونیورسٹی اسلام آباد بھی موجود تھے، ان سے عربی لینگویج کورسز کے سلسلہ میں بعض امور پر بات چیت ہوئی۔

❑...... اتوار ۱۶ ر رمضان کو دن کے ساڑھے گیارہ بجے مظہر قریشی صاحب مرحوم کے گھر محلّہ کرتار پورہ راولپنڈی میں خواتین سے مفتی محمد یونس صاحب نے اور اتوار ۲۳ ر رمضان کو حضرت مدیر صاحب نے خطاب فرمایا۔

❑...... ہفتہ ۲۲ ر رمضان مفتی محمد امجد صاحب کی طرف سے افطار پر ادارہ غفران میں دعوت تھی، اس تقریب میں حضرت مدیر دامت برکاتہم، انڈیا سے تشریف لائے ہوئے حضرت کے ماموں جناب محبوب حسن صاحب اور بعض دیگر احباب و متعلقین مدعو تھے، اسی شب تراویح میں مفتی محمد امجد صاحب کی قرآن مجید کی تکمیل ہوئی۔ اور اسی شب ادارہ کے شعبہ حفظ کے استاد مولانا قاری فضل الحکیم صاحب کی بھی دوسری منزل میں تراویح میں قرآن مجید کی تکمیل ہوئی۔

❑...... منگل ۲۵ ر رمضان کو مولانا عبدالرحمٰن بھکروی صاحب دامت برکاتہم ادارہ میں تشریف لائے اسی دن ادارہ غفران کے عاملین کا تعطیلات عیدالفطر وغیرہ سے متعلق مشورہ ہوا۔

❑...... اتوار ۲۳ ر رمضان کو چوبیسویں شب میں حضرت مدیر دامت برکاتہم کی مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں تراویح میں قرآن مجید کی تکمیل ہوئی، اس موقعہ پر بغیر کسی اہتمام اور پروگرام کے مفتی محمد یونس صاحب تلمیذ حضرت مدیر دامت برکاتہم و معین مفتی ادارہ غفران کا مختصر و مؤثر بیان ہوا، حضرت مدیر دامت برکاتہم نے قرآن مجید سے متعلق مناجاتیہ اشعار پر مشتمل کلام سنایا، متعلم محمد ناصر نے بھی منظوم مناجات سنائی، اور مفتی محمد امجد صاحب نے بھی نعتیہ کلام سنایا۔

❑...... سوموار ۲۴ ر رمضان پچیسویں شب کو محمد ناصر (متعلم ادارہ) کی تراویح میں قرآن مجید مکمل ہوا، وہ مسجد نسیم (گل نور ہوٹل مری روڈ) میں قرآن مجید سنا رہے تھے، اس موقعہ پر حضرت مدیر دامت برکاتہم کا بیان ہوا اور بعد میں دینی مسائل کے سوال جواب کا سلسلہ کافی دیر تک رہا، جس کے بعد متعلم مذکور کے اہل خانہ کی طرف ان کے گھر میں اتفاقیہ بعض مدعوئین کو مختصر پر لطف ضیافت دی گئی۔

❑...... منگل ۲۵ ر رمضان کو ادارہ کے شعبہ بنات کا سالانہ امتحان شرعی اصولوں کے مطابق مفتی محمد یونس صاحب نے لیا۔

❏...... بدھ ۲۶ ؍رمضان کو شعبہ حفظ کا سالانہ امتحان ہوا، ممتحن ادارہ کے سابق مدرس جناب قاری محمد ھارون صاحب زیدہ مجدہ تھے، اس دن بعد ظہر مختصر اور سادہ غیر رسمی تقریب منعقد ہوئی، جس میں تمام تعلیمی شعبہ جات کے طلباء وطالبات حاضر تھے، اس موقعہ پر تعلیمی سال کے اختتام کے سلسلہ میں مفتی محمد امجد صاحب کا بیان ہوا، طلبہ کو دعوت فکر دی گئی کہ آپ کا ایک تعلیمی سال مکمل ہوگیا اور اس کے ساتھ آپ کی زندگی کا بھی ایک قیمتی سال گذر گیا، اپنی کارکردگی کا جائزہ لینا چاہئے کہ اپنا تعلیمی مقصد کس حد تک پورا کر سکے؟ ہمارے علم وعمل میں کیا تبدیلی وترقی ہوئی ؟ اور دین کا رنگ کہاں تک چڑھا ؟ اس پورے عمل میں جو ترقی ہوئی اس پر شکر کیا جائے اور جو کوتاہی ولا پرواہی ہوئی ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی جائے اور یہ عزم کیا جائے کہ آئندہ ہم اپنے ایک ایک لمحہ کی قدر کریں گے، اور اپنے آپ کو دین کے پورے رنگ میں رنگنے کی فکر کریں گے، آخر میں دعا ہوئی اور تمام تعلیمی شعبوں کی تعطیلات اور ۸ ؍شوال بمطابق ۲۱ ؍نومبر بروز اتوار سے نئے داخلوں کا اعلان ہوا۔

❏...... رمضان المبارک کے اکثر ایام میں ادارہ غفران میں بعض تعمیری سلسلے جاری رہے۔

❏...... ۲۷ ؍رمضان بروز جمعرات قاری فضل الحکیم صاحب تعطیلات پر اپنے گاؤں اور ۲۸ رمضان بروز جمعہ مولوی طارق محمود صاحب اپنے گاؤں تشریف لے گئے۔

❏...... ۲۹ ؍رمضان کا دن گزر کر رات نو بجے کے قریب عید الفطر کے چاند نظر آنے کا اعلان ہوا اور اگلے دن عید الفطر کا اعلان ہوا۔

❏...... یکم ؍شوال کو عید الفطر منائی گئی، مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں حضرت مدیر نے صبح سوا نو بجے عید الفطر کی نماز کی امامت اور خطبہ کا فریضہ انجام دیا، بعد نماز والدہ صاحبہ کے یہاں تشریف لے گئے اور رات تک وہاں ہی قیام رہا۔ مفتی محمد یونس صاحب نے مسجد سیدنا بلال غزالی روڈ صادق آباد میں صبح آٹھ بجے عید الفطر کی نماز پڑھائی

❏......۲ ؍شوال بروز پیر مفتی محمد یونس صاحب اپنے آبائی گاؤں غریب وال (ضلع پنڈی گھیپ) تشریف لے گئے اور والد صاحب مرحوم کی تقسیمِ وراثت کا فریضہ انجام دیا۔

❏......۳ ؍شوال المکرّم کو حضرت مدیر مع اہل وعیال اپنے سسرال اسلام آباد تشریف لے گئے۔

❏......۷ ؍شوال بروز ہفتہ عاملین ادارہ تعطیلات سے فراغت کے بعد ادارہ تشریف لے آئے اور اگلے دن سے سالانہ نئے داخلوں کا اجراء شروع ہوگیا۔

❏......شوال کے دوسرے عشرہ میں ادارہ کی پہلی منزل کے بعض حصوں کی تعمیرات کی تجدید کا آغاز ہوا۔

اخبارِ عالم

ابو جویریہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ **18 اکتوبر (۳ ررمضان)**: مجاہدین کی شدید مزاحمت، فلوجہ سے امریکی فوجیں پسپا، 23 اتحادی ہلاک، 2 ہیلی کاپٹر تباہ، 2 ٹینک تباہ ★ عراق: ابو غریب جیل سے مزید 250 قیدی رہا ✍ **19 اکتوبر**: قومی اسمبلی نے توہینِ عدالت کا ترمیمی بل منظور کر لیا ★ صحافت آزاد ہے، ایمن الظواہری کے بیانات نہ شائع کئے جائیں، حکومت ✍ **20 اکتوبر**: جنوبی وزیرستان: سیکورٹی فورسز پر حملہ، 3 اہلکار جاں بحق، 5 گاڑیاں تباہ، خونریز تصادم میں 6 شہری مارے گئے ✍ **21 اکتوبر**: ملتان بم دھماکے کا مرکزی ملزم گرفتار، نشاندہی پر 3 ساتھی بھی پکڑے گئے، متعدد جعلی شناختی کارڈ، پولیس کارڈ، ایلیٹ فورس کی بلیک شرٹ اور دیگر مواد برآمد ✍ **22 اکتوبر**: دہشتگردوں سے خوفزدہ نہیں، ان کی منفی سرگرمیاں کچل دیں گے، صدر پرویز مشرف ✍ **23 اکتوبر**: سپیکر کے خلاف تحریک عدمِ اعتماد مسترد، متحدہ اپوزیشن کا شدید احتجاج ✍ **24 اکتوبر**: عراق: 2 فدائی حملوں میں 20 ہلاک 6 امریکیوں سمیت 46 زخمی ★ مشرف نے بحالی جمہوریت کے وعدے پورے کر دیئے، دولت مشترکہ ✍ **25 اکتوبر**: عراق میں امریکی سفارتکار قتل، 50 فوجیوں کو قطار میں کھڑا کر کے گولی ماردی گئی ✍ **26 اکتوبر**: وفاق المدارس نے سالانہ امتحانات کے نتائج کا اعلان کر دیا، 86 فیصد امیدوار کامیاب، جامعہ فریدیہ اسلام آباد نے پہلی پوزیشن حاصل کی ✍ **27 اکتوبر**: قومی اسمبلی: کاروکاری اور غیرت کے نام پر قتل کے خلاف بل منظور ✍ **28 اکتوبر**: اسلام آباد میں 4 نئے سیکٹر کھولنے کی منظوری، وفاقی کابینہ کے اجلاس میں 20 روپے اور پانچ ہزار کا نوٹ جاری کرنے کا فیصلہ، اسلام آباد کو جدید ترین شہر بنانے کے لئے 30 روز کے اندر اندر حکومت کو ایک ماڈل پیش کیا جائے گا، زون فور کے معاملات کو حل کرنے کے لئے چار رکنی کمیٹی تشکیل دینے کا فیصلہ، اسلام آباد میں رہائشی پلاٹوں کی قیمتیں مستحکم کی جائیں، سی ڈی اے کی تنظیم نو کرنے کے لئے کارپوریٹ ادارے کے طور پر اس کا بورڈ بھی نئے سرے سے بنایا جائے، وزیر اعظم شوکت عزیز کا اجلاس سے خطاب ✍ **29 اکتوبر**: اسلام آباد: میریٹ ہوٹل میں دھماکہ 4 غیر ملکیوں سمیت 10 زخمی، دھماکہ شارٹ سرکٹ کے باعث ہوا، حکومت۔ بم دھماکہ تھا، عینی شاہدین ✍ **30 اکتوبر**: سپریم کورٹ نے واران سمیت دوسرے شہروں کے فرنچائزڈ روٹ غیر قانونی قرار دیئے ★ جدہ میں سابق وزیر اعظم میاں نواز شریف کے والد میاں محمد شریف انتقال کر گئے، وفات کا دکھ ہے

کوئی سیاسی بات نہیں کرنا چاہتا،شیخ رشید ✍ **31 اکتوبر**: عراق:8امریکیوں سمیت 15 ہلاک ،31زخمی ، بمباری سے 15 شہری شہید ✍ **یکم نومبر**: میاں شریف کی نماز جنازہ آج لاہور میں ہوگی ،نواز، شہباز نہیں آئیں گے،کارکنوں کا پنجاب اسمبلی پر پتھراؤ★ سابق وفاقی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود غازی کے گھر ڈکیتی کی پر تشدد واردات 3افراد زخمی ✍ **2 نومبر**: صدر کے دوعہدوں کا بل سینٹ سے بھی منظور،اپوزیشن کا شدید احتجاج ★بغداد کا نائب گورنر قتل، امریکی فوجی سمیت 22 ہلاک، امریکی سمیت 6 غیر ملکی اغوا ✍ **3 نومبر**: متحدہ عرب امارات کے صدر شیخ زید بن سلطان النہیان انتقال کر گئے ، بڑے بیٹے خلیفہ بن زید نئے حکمران ہونگے ، شیخ زید نے طویل علالت کے بعد 86 سال کی عمر میں وفات پائی ،متحدہ عرب امارات پر 30 سال تک حکومت کی ، 7 ریاستوں پر مشتمل امارات قائم کی ✍ **4 نومبر**: امریکہ :بش دوبارہ صدر منتخب ، کیری نے شکست تسلیم کرلی ★بھارت نے سپر سانک کروز میزائل کا ایک اور تجربہ کرلیا★ دارالعلوم کبیر والا کے مہتمم مولانا محمد انور انتقال فرما گئے ✍ **5 نومبر**: وانا: ریموٹ کنٹرول بم دھماکہ 8 فوجی جاں بحق 10 زخمی ✍ **6 نومبر**: پنجاب حکومت کا ایکٹ غیر آئینی ہے، سپریم کورٹ نے ملک بھر میں ویلیے پر پابندی عائد کردی ✍ **7 نومبر**: عراق:4 کار بم دھماکے 45 ہلاک 2 ہیلی کاپٹر تباہ ✍ **8 نومبر**: فرانس کا آئیوری کوسٹ پر حملہ 7 طیارے و ہیلی کاپٹر تباہ 30 شہری ہلاک 100 زخمی ★ عراق میں ہنگامی حالت کا اعلان، حملوں میں 57 ہلاک ، بمباری سے 16 شہید ✍ **9 نومبر**: فلوجہ پر یلغار، 59 عراقی شہید 2 امریکی ہلاک 35 اغوا ✍ **10 نومبر**: فلوجہ پر بارود کی بارش دوبدو لڑائی 5 امریکیوں سمیت 30 ہلاک ، ہیلی کاپٹر تباہ 35 شہری شہید★ کشمیری مجاہدین سمیت 25 پاکستانیوں کو بھارتی قید سے رہائی ✍ **11 نومبر**: پی ٹی سی ایل ، یوفون اور پاک نیٹ کی نجکاری کا اعلان ، چھ ماہ کا ہدف مقرر، ملازمین کے حقوق متاثر نہیں ہونگے ، وفاقی وزراء★ کراچی: سنی تحریک کے سیکٹر انچارج سمیت 3افراد قتل، علاقے میں شدید کشیدگی ایم کیو ایم کا آفس اور دوکانیں نذرِ آتش ✍ **12 نومبر**: فلسطینی صدر یاسر عرفات انتقال کر گئے، نماز جنازہ آج قاہرہ میں اور تدفین رملہ میں ہوگی ،عرفات 1929ء میں پیدا ہوئے ،1956ء میں انجینئرنگ کی ڈگری لی، 1958ء میں الفتح تنظیم کی داغ بیل ڈالی، 1964ء میں پی ایل او بنائی، اور اردن سے اسرائیل پر حملوں کا آغاز کیا، 1993ء میں اوسلو معاہدے کے بعد طویل ترین جلاوطنی کے بعد فلسطین کی سرزمین پر قدم رکھا، 1994ء میں امن کا نوبل انعام جیتا، 2002ء سے فلسطینی لیڈر رملہ میں محصور تھے ، گزشتہ روز انتقال ہوا ✍ **13 نومبر**: عرفات لاکھوں اشکبار آنکھوں کے سامنے رملہ میں سپرد خاک ، جنازے میں 40 ممالک کے نمائندوں کی شرکت

Idara Ghufran

14 نومبر: کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا اعلان، کام ڈیڑھ ماہ میں شروع ہوگا، لاگت 5.6 بلین ڈالر آئے گی ★ زرقاوی امریکی فوج کا محاصرہ توڑ کر نکل گئے، حملوں میں 4 ہیلی کاپٹر تباہ، موصل میں 2 مساجد شہید ★ وانا: ریموٹ کنٹرول بم حملہ، فوجی گاڑی تباہ، 4 جوان جاں بحق، جوابی فائرنگ میں 2 شہری مارے گئے **15، 16، 17 نومبر:** تعطیل اخبارات **18 نومبر:** مسئلہ کشمیر پر فریقین کو لچک دکھانا ہوگی، صدر پرویز مشرف ★ عراق: گوریلا حملوں میں 2 امریکیوں سمیت 7 ہلاک، 65 پولیس اہل کار اغوا، فائرنگ سے 31 شہید **19 نومبر:** عراق: فلوجہ کی دس روزہ جنگ میں 400 امریکی ہلاک، 126 گرفتار 19 طیارے اور ہیلی کاپٹر تباہ **20 نومبر:** وفاقی تعلیمی اداروں میں میٹرک تک تعلم مفت کر دی گئی **21 نومبر:** چیچہ وطنی: باراتیوں سے بھری بس پل سے گر پڑی، 22 افراد جاں بحق، 38 زخمی ★ حیدرآباد کوٹری کے درمیان ریلوے لائن پر تین بم دھماکے **22 نومبر:** رائے ونڈ: سالانہ تبلیغی اجتماع کی اختتامی دعا میں 15 لاکھ افراد کی شرکت، ہزاروں جماعتیں دنیا بھر میں روانہ **23 نومبر:** زرداری 8 سال بعد عدالتی حکم پر رہا ★ جنوبی وزیرستان: افغان سرحد کے قریب فوج کی کارروائی 20 قبائلی جاں بحق۔

امام کا محراب کے درمیان میں کھڑا نہ ہونا

آج کل اکثر مساجد کے بالکل درمیانی حصہ میں محراب بنا کر پھر اس کے شمال کی طرف منبر بنا دیا جاتا ہے اور امام صاحب کا مصلّٰی محراب کی باقی ماندہ جگہ کے درمیان میں بچھایا جاتا ہے، اب محراب تو مسجد کے بالکل درمیان میں ہوتی ہے، لیکن امام صاحب کا مصلّٰی مسجد یا محراب کے بالکل وسط اور درمیان میں نہیں ہوتا بلکہ کچھ جنوب کی طرف ہوتا ہے اور شرعاً امام کا مسجد کے بالکل درمیان میں کھڑا ہونا سنت ہے اور محراب بنانے کا اصل مقصد بھی امام کے درمیان میں کھڑے ہونے کی جگہ کی نشاندھی کرنا ہے، گویا کہ امام صاحب کا صف کے بالکل درمیان میں کھڑا ہونا محراب بنانے سے زیادہ اہم ہے۔ مگر محراب بنا کر بھی اس کے اصل مقصود کے حاصل کرنے سے محرومی رہتی ہے۔ اس لئے یا تو محراب و منبر اس طرح بنایا جائے کہ امام صاحب کا مصلّٰی مسجد کے بالکل وسط اور درمیان میں بچھ سکے یا پھر مصلّٰی منبر سے ملا کر اس طرح بچھایا جائے کہ وہ مسجد کے بالکل وسط میں واقع ہو ورنہ سنت کی خلاف ورزی کا جرم عائد ہوگا۔